www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

نومبر 2000

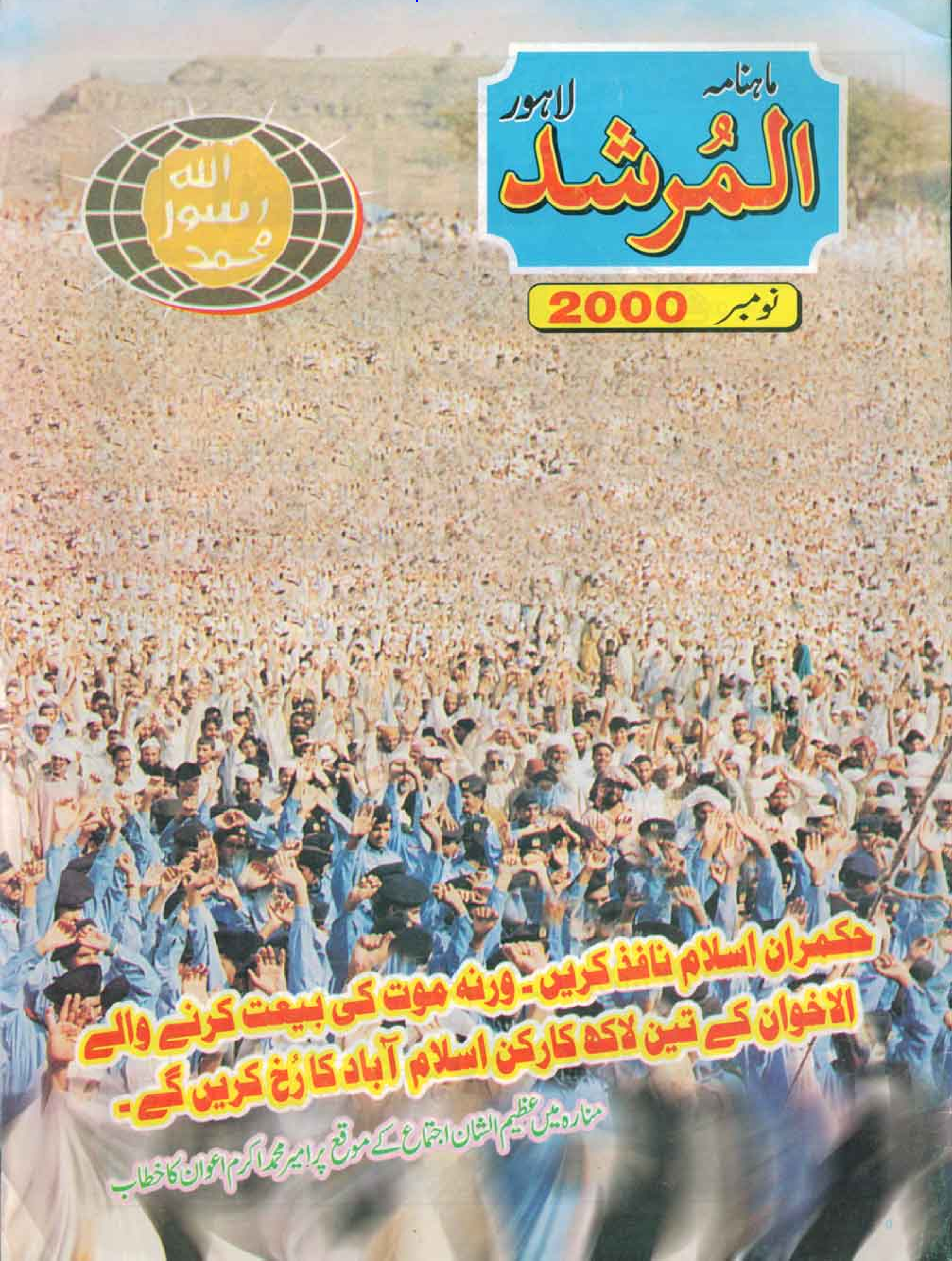

حکمران اسلام نافذ کریں - ورنہ موت کی بیعت کرنے والے الاخوان کے تین لاکھ کارکن اسلام آباد کا رُخ کریں گے۔

منارہ میں عظیم الشان اجتماع کے موقع پر امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین   نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

نومبر 2000

جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 4

مدیر ـــــ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر ـــــ الطاف قادر گھمن

سرکولیشن منیجر ـــ رانا جاوید احمد

کمپیوٹر گرافکس ـ اعجاز احمد اعجاز

CLP No. 3

قیمت 20 روپے

اس شمارے میں

	اداریہ	محمد اسلم	3
2	نفاذ اسلام ـ ہمارا حق	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	جھلکیاں (اجتماع منارہ)	الطاف قادر گھمن	9
4	وچ لائیں من دا	امیر محمد اکرم اعوان	10
5	کلام شیخ	سیماب اویسی	15
6	باتیں ان کی خوشبو خوشبو	حضرت اللہ یار خانؒ	16
7	پریشان شد خواب من از کثرت تعبیرہا	امیر محمد اکرم اعوان	17
8	من الظلمت الی النور	صوبیدار محمد نواز	24
9	حقیقت عرفان	امیر محمد اکرم اعوان	27
10	ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر	حافظ عتیق الرحمن	30
11	ماننے کے لئے جاننا ضروری ہے	امیر محمد اکرم اعوان	32
12	قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے	امیر محمد اکرم اعوان	38
13	گردوں کی چوری	الطاف قادر گھمن	46
14	جائز اور ناجائز دھندے	امیر محمد اکرم اعوان	49
15	حضرت عمرو بن العاصؓ		56
16	منارے کا سفر	محمد اسلم	59
17	گاڈ فادر اور پاکستان	آرام سنگل	62

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	175 روپے	2700 روپے	برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پاؤنڈ	130 سٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے	امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال	کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس ـ دارالعرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی، فیصل آباد ـ فون 542284

ناشر پروفیسر حافظ عبدالرزاق   انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

ہیڈ آفس ـ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور ـ فون 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسرار التنزیل

امیر محمد اکرم اعوان کے ایمان افروز قلم سے لکھی گئی تفسیر "اسرار التنزیل" قرآن پاک کی روح کو سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے- تصوف کے حوالے سے آیات کی تفسیر بڑے خوبصورت انداز سے کی گئی ہے- صاحب تفسیر نے بالکل سادہ انداز سے لکھا ہے- تفسیر کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے-

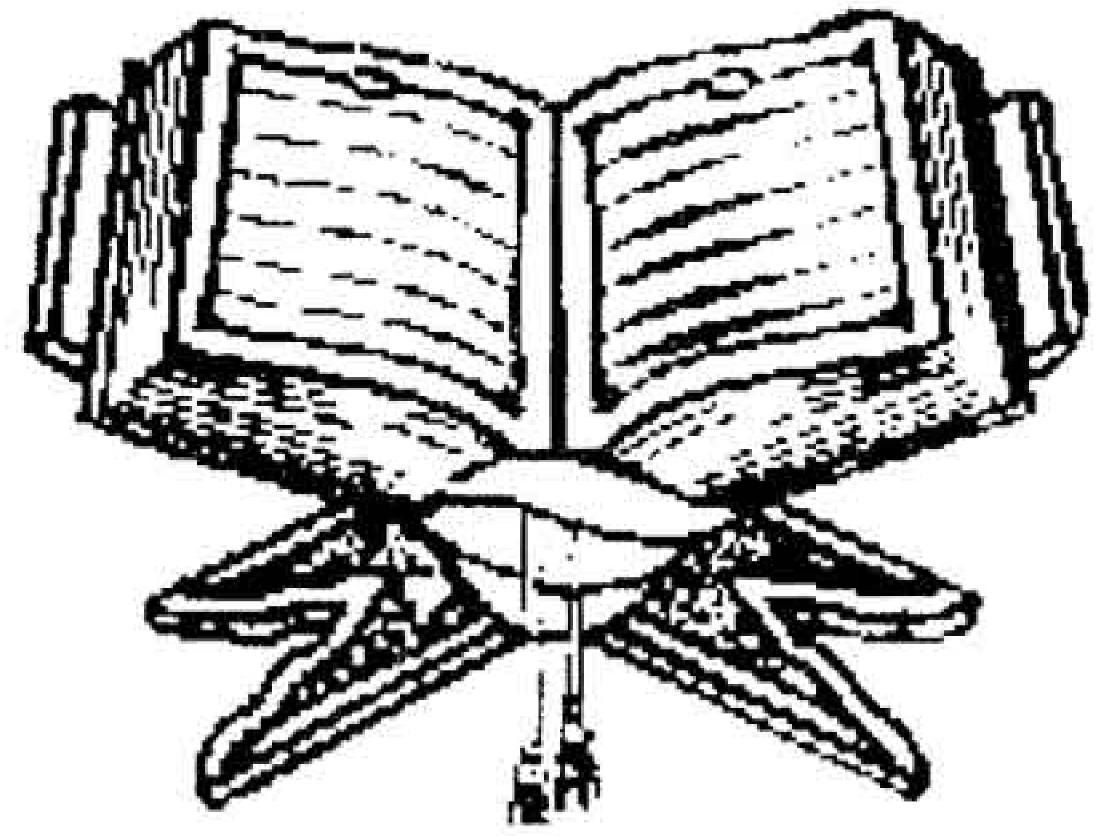

والدین کے حقوق

والدین دونوں یا ان میں سے ایک اگر بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بوجھ نہ سمجھ اور نہ ہی ان کی خدمت میں کوتاہی کر، نہ لہجہ سخت اختیار کر بلکہ اف تک نہ کر اور انہیں سخت الفاظ مت کہہ بلکہ ہمیشہ لطف و محبت سے بات کیا کرو- بلکہ ان کی خدمت کے لئے ہر آن خود کو تیار رکھو، اور محبت و شفقت سے ان کی خدمت کے لئے جھکے رہو- اور ان کا حق بنتا ہے کہ ان کے لئے دعا بھی کیا کرو کے اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے میرے بچپن میں آرام پہنچایا تو انہیں بڑھاپے اور کمزوری میں اپنی رحمت سے نواز- اللہ کریم تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے اگر دانستہ یا غلطی سے کوئی گستاخی سرزد ہو بھی گئی مگر دلی طور پر ایسا کرنا نہ چاہتا ہو تو اللہ کریم خوب جانتے ہیں ارادہ نیک رکھو تو کوتاہی معاف کر دیتا ہے- جب انسان کو احساس ندامت ہو اور اس سے باز آجائے- والدین کے بعد قرابت داروں کا حق ہے کہ ان سے حسن سلوک کیا جائے- اگر محتاج ہوں تو مال سے مدد کی جائے یا محتاج ہوں تو خیال رکھا جائے ورنہ عزت و احترام ان پر احسان نہیں ان کا حق ہے- ایسے ہی مساکین و غرباء کا خیال رکھو کہ ان سے شفقت، ان کی دیکھ بھال اور ان کی مالی مدد یہ سب ان کا حق ہے جو ایک مسلمان کے ذمہ ہے اور مسافر غریب الوطن بھی تمہارے حسن سلوک کا مستحق ہے- اللہ کریم نے ان کی خدمت بقدر استطاعت ان کا حق قرار دی ہے ان پر احسان نہیں جتایا جا سکتا- اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو بے موقع اور غیر ضروری امور میں خرچ مت کرو کہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں- محض اپنی بڑائی منوانے کو اللہ کا دیا ہوا مال ناجائز امور اور غلط مواقع پر ضائع کرتے ہیں- اور شیطان تو اپنے پروردگار کا نافرمان ہے- ہاں اپنی جائز خواہشات کو اپنی حیثیت کے مطابق پورا کرنا فضول خرچی میں داخل نہ ہو گا لیکن اگر تمہارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو کہ کسی مستحق کی مدد کر سکوں تو ان سے بات بہت نرم لہجے میں اور محبت و شفقت سے کرو سختی سے یا ڈانٹ کر مت بولو- کہ اسلامی اخلاق کو ضائع نہ ہونے دو- اور مال خرچ کرنے میں حسن انتظام کا اہتمام کرو کسی بدنظمی کا شکار نہ ہونا چاہئے کہ یا تو اس قدر کنجوس بن جائے کہ گویا اس کے ہاتھ اپنے ہی گردن سے بندھے ہوں یعنی جائز امور میں بھی دولت ضائع کرتا رہے- حتیٰ کہ خود قلاش اور مفلس ہو کر ٹھوکریں کھانے لگے غرض ایک اعتدال ہونا ضروری ہے کہ مال میں تنگی یا فراخی ہوتی رہتی ہے تو خرچ کا اندازہ بھی اس حیثیت کے مطابق اپنایا جائے کہ یہ پروردگار کا نظام ہے جو روزی کو بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے وہ گھٹا بھی دیتا ہے- لہذا فراخی کی حالت میں فضول خرچی کر کے تکبر کا اظہار نہ کرے اور تنگی میں ناروا طریقے اپنا کا نافرمان نہ بنے بلکہ زندگی اور معاملات و اخراجات کو اعتدال کی راہ پر رکھے کہ بلاشبہ رب کریم اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں ہر آن دیکھ رہا ہے- (سورہ بنی اسرائیل... پارہ 15)

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

اللہ کے سپاہی میدان میں اترنے والے ہیں

13 اکتوبر کو منارہ میں تنظیم الاخوان کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ امیر محمد اکرم اعوان نے اجتماع میں نفاذ اسلام اور معاشی نظام کے حوالے سے مفصل اور جامع خطاب کیا۔ امیر محمد اکرم اعوان نے اپنے خطاب میں کہا "جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ایک غلط فہمی پھیلا دی جاتی ہے کہ یہ صرف نماز روزے کی بات ہے' یہ صرف عبادات کی بات ہے۔ جبکہ عبادات فرد کا ذاتی معاملہ ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جب اسلام کی بات کرتے ہیں تو ملک کے ہر شہری کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ ملک کے ہر شہری کے لئے آزادی رائے کی بات کرتے ہیں۔ اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی بات کرتے ہیں' بیماروں کی دوا کی بات کرتے ہیں' بے روزگاروں کے روزگار کی بات کرتے ہیں۔ مہنگائی میں پسے ہوئے لوگوں کو مہنگائی سے نجات دلانے کی بات کرتے ہیں۔"

امیر محمد اکرم اعوان نے مزید کہا کہ "اسلام کا بنیادی پہلو معاشیات ہے' معیشت کے معاملے میں اسلام غیر مسلموں کو بھی انسانی حقوق عطا کرتا ہے۔ اسلام تو یہ کہتا ہے۔ "اے پیٹ بھر کے سونے والے اگر تیرا پڑوسی (خواہ مسلمان ہے یا نہیں) بھوکا سویا' تو قیامت کے دن تجھے جواب دینا ہوگا۔" ہمارے ہاں اس سے بالکل الٹ چل رہا ہے۔ ہمارے ہاں بھیک مانگنے کو' سود پر قرضہ حاصل کرنے کو' وطن کی مٹی کو رہن رکھ کر سود پر قرضہ لینے کو' معاشیات کے کام کا درجہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ کام یہ نہیں ہوتا کہ آپ قرضوں کا بوجھ مزید بڑھا دیں۔ کام یہ ہوتا ہے کہ قرضے اتر جائیں اور قوم خوشحال ہو جائے۔"

امیر محمد اکرم اعوان نے پاکستانی حکمرانوں کے جس المیے کا ذکر اپنے خطاب میں کیا ہے وہ بہت بڑی حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ماضی میں ہر حکومت نے قوم کو یہ نوید سنائی کہ وہ خود انحصاری کی طرف گامزن ہیں اور ملک کو قرضوں سے نجات دلانا چاہتے ہیں مگر عملی طور پر ہر حکومت نے اس کے برعکس کام کیا۔ تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھتا ہی رہا اور آج تک یہی صورت حال ہے۔ ماضی کے حکمرانوں کی طرح فوجی حکومت نے بھی معاشی استحکام کے لئے سودی قرضوں کا سہارا لیا اور ہمارے وزیر خزانہ بڑے فخریہ انداز میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کو کامیاب مذاکرات کے بعد قرضے دینے کے لئے رضامند کرلیا ہے۔ افسوس --- صد افسوس کہ ملک و قوم کو سود کی لعنت میں جکڑ کر اس پر شرمندگی کی بجائے فخر کیا جاتا ہے۔

ہمارے حکمرانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ملکی معیشت کو بہتر بنانے کے لئے دنیا جہان کے ماہرین اقتصادیات اور بڑے بڑے نام نہاد اداروں سے مشاورت اور معاونت حاصل کرنے پر اربوں روپے اڑا دیتے ہیں مگر اللہ کے دیئے ہوئے اس نظام کو اپنانے کی ذرا برابر کوشش بھی نہیں کرتے جسے حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ نے عملی طور پر نافذ کرکے ثابت کر دکھایا کہ انسانیت کی فلاح اور بھلائی کے لئے اسلامی نظام سے بہتر کوئی نظام نہیں۔ حکمرانوں کا اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا ان کے ایمان کی کمزوری ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان نے اپنے خطاب میں اعداد و شمار کے ذریعے تفصیل سے بتایا کہ ملک کا معاشی نظام اسلامی سانچے میں ڈھالنے سے ملک کو کئی گنا زیادہ آمدن حاصل ہوگی اور ملک خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ حکمران چاہیں تو ان جامع اور مفصل حقائق کی روشنی میں ملکی معیشت کو نہ صرف مستحکم بنا سکتے ہیں بلکہ ملک سے غربت اور بے روزگار خاتمہ بھی ممکن ہے۔ لیکن فی الحال ایسا ہوتا دکھائی نہیں دیتا کیونکہ ماضی کے حکمرانوں کی طرح موجودہ حکومت کے بیشتر افراد کو بھی ملک سے زیادہ اپنا ذاتی مفاد عزیز ہے اور وہ اپنا ذاتی مفاد ملکی مفاد پر قربان نہیں کرسکتے۔ لیکن انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ قومی خزانے پر زیادہ دیر تک عیش نہیں کر سکتے' انشاء اللہ بہت جلد اللہ کے سپاہی میدان میں اتریں گے اور بزور طاقت اللہ کا دیا ہوا نظام نافذ کریں گے۔ پھر ان کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

محمد اسلم

www.naqshbandiaowaisiah.com

نفاذ اسلام ...... ہمارا حق

جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایوان صدر میں وہ سہولتیں دی جائیں جو ایک عام دیہاتی کو حاصل ہیں

معاشیات اسلام کا ایک بنیادی پہلو ہے لیکن ہمارے ہاں معیشت کا مطلب قوم و ملک کو گروی رکھ کر قرضے حاصل کرنا ہے

اگر اسلام کا نظام عشر و زکوۃ نافذ کر دیا جائے تو موجودہ ٹیکسوں سے دگنی رقم اکٹھی ہو سکتی ہے

حکومتی وعدوں پر قوم کے ترپن سال ضائع کر دیئے گئے' اگر حکومت اسلامی نظام نافذ نہیں کرتی تو یہ ہمارا بنیادی حق ہے

ہم اپنے حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے' کسی بھی قیمت پر نہیں۔ ہماری منزل شریعت یا شہادت ہے

حکمران اسلام نافذ کریں ورنہ موت کی بیعت کرنے والے الاخوان کے تین لاکھ کارکن اسلام آباد کا رخ کریں گے

تیرہ اکتوبر کو منارہ کے عظیم الشان کے اجتماع کے موقع پر امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب

لائق صد احترام حضرات علماء کرام معزز غازیان اسلام، عزیزان گرامی، خواتین و حضرات، ماؤں، بہنوں، بیٹیو! اسلام علیکم و رحمتہ اللہ

الحمد للہ ہمارا یہ اجتماع نماز جمعہ کی خاطر اور سنت نبی کریم ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے مسائل کو نہایت دیانت داری سے اللہ کی بارگاہ میں جمع ہو کر زیر بحث لانے کا ہے۔ میں نے پرسوں محترم جنرل پرویز مشرف صاحب کی لاہور کی پریس کانفرنس سنی اور پاکستان کے اور خصوصاً لاہور کے پریس کو میں داد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اس میں جس بات پر زیادہ بات بڑھی وہ ملک کی معاشی حالت تھی۔ ایک بات یاد رکھ لیجئے کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ایک غلط فہمی پھیلا دی گئی ہے کہ یہ صرف نماز روزے کی بات ہے، یہ صرف عبادات کی بات ہے جبکہ عبادات فرد کا ذاتی معاملہ ہوتی ہیں اور معاملات، قوم کا اجتماعی معاملہ ہوتی ہیں ہم جب اسلام کی بات کرتے ہیں تو ملک کے ہر شہری کے حقوق کی بات کرتے ہیں ملک کے ہر شہری کیلئے آزادی رائے کی بات کرتے ہیں اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی بات کرتے ہیں، بیماروں کی دوا کی بات کرتے ہیں، بے روزگاروں کے روزگار کی بات کرتے ہیں، مہنگائی میں پسے ہوئے لوگوں کو مہنگائی سے نجات دلانے کی بات کرتے ہیں۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایوان صدر میں وہی سہولتیں دی جائیں جو ایک عام دیہاتی کو حاصل ہیں اور اس سے زیادہ بڑھ کر اراکین سلطنت عیاشی نہ کر سکیں۔

اسلام کا بنیادی پہلو معاشیات ہے معیشت کے معاملے میں اسلام غیر مسلم کو بھی انسانی حقوق عطا کرتا ہے فلاح اور رفاع کے معاملہ میں تعلیم و تربیت کے معاملہ میں، علاج معالجہ کے معاملہ میں مسلمان تو مسلمان غیر مسلم کو اس کے انسانی حقوق عطا کرتا ہے اسلام تو یہ کہتا ہے

"او پیٹ بھر کے سونے والے اگر تیرا پڑوسی بھوکا سویا تو قیامت کو تجھے جواب دینا ہوگا" اور اس پہ قید نہیں لگائی کہ وہ پڑوسی بھی مسلمان ہی ہو۔

جنرل صاحب نے پریس کے جواب میں یہ بات کہی جوان کی طرف سے سوال تھا کہ اکانومی کے کون سے ایریے میں کام نہیں ہو رہا؟ ہم اکانومی میں بڑا کام کر رہے ہیں۔ حضرات! ہمارے ہاں بھیک مانگنے کو، سود پر قرضہ حاصل کرنے کو، قوم کو، فرزندان قوم کو، وطن کی مٹی کو رہن رکھ کر سود پر قرضہ لینے کو، معاشیات کے کام کا درجہ دیا جاتا ہے۔ کام یہ نہیں ہوتا کہ آپ قرضوں کا بوجھ مزید بڑھا دیں۔ کام یہ ہوتا ہے کہ قرضے اتر جائیں اور قوم خوشحال ہو جائے۔ معاشی کام کی صورت یہ ہے یہ معاشیات میں کوئی کمال نہیں ہے کہ ہمارے

www.naqshbandiaowaisiah.com

حکمران مزید قرضہ لیکر ہماری گردنیں یہودی کے سامنے رہن رکھ کر ہمارے ایمان بیچ کر، ہماری غیرتیں بیچ کر ہمیں بیچ کر مزید قرضہ لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعرہ لگاؤ زندہ باد میں نے اتنا قرضہ لے لیا۔

حضرات گرامی! میرے پاس اکانومی کے اعداد شمار ہیں جس پر ہمارے ماہرین کے کم وبیش چھ مہینے لگے اور سارے اعداد وشمار اسی فائل میں موجود ہیں اور یہ وہ ہیں جو ہم نے حکومتی اداروں کے ریکارڈ سے حاصل کیے۔ میں اس میں لمبی بحث میں آپ کو نہیں لے جاؤں گا نہ اس کا وقت ہے لیکن سرسری طور پر جو بجٹ 2000-2001 کے لئے حکومت نے پیش کیا ہے۔ اس کے اعداد وشمار آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں بڑے اطمینان سے سنیے اور جن صاحب کو نوٹس لینے ہیں وہ تسلی سے لکھ لیجئے اس میں آمدن، موجودہ سال جو چل رہا ہے آمدن جو ہے، جو ٹیکس ہیں عام آدمی پر ان سے آمدن ہے 4 کھرب 35 ارب 70 کروڑ روپے اور جو ٹیکس کے علاوہ ٹیکسوں میں اضافہ کر کے لیا جارہا ہے وہ ہے ایک کھرب 20 ارب 88 کروڑ 51 لاکھ روپے۔ بیرونی امداد جسے کہا جاتا یہ جسے آپ ایڈ کہتے ہیں یہ کڑی شرائط پر سودی قرضے ہیں جس کی اصل رقم کی واپسی اور سود کی واپسی فارن کرنسی میں کرنا ہوتی ہے۔ بیرونی امداد اس میں ایک کھرب 78 ارب 53 کروڑ 42 لاکھ روپے ۔اس کے علاوہ جو امداد ترقیاتی کاموں سے مشروط ہے وہ ہے 31 ارب 60 کروڑ 95 لاکھ۔ بینکوں کا جو قرضہ حکومت کے ذمہ ہے وہ ہے دو ارب 22 کروڑ 51 لاکھ یہ سارا مل کر بن جاتا ہے 6 کھرب 98 ارب 35 لاکھ روپے۔

اب اس میں خرچ کیا کیا ہے سول حکومت جو چلائی جاتی ہے اس پر خرچ آتا ہے 80 ارب 17 کروڑ 68 لاکھ روپے دفاع پر ایک کھرب 33 ارب 49 کروڑ 75 لاکھ روپے۔ گورنمنٹ جو SUBSIDIZE کرتی ہیں چیزوں پر ان کے لئے مختص رقم گیارہ ارب 82 کروڑ 25 لاکھ جو گرانٹیس دیتی ہے جو گرانٹیس رکھی ہیں بجٹ میں 44 ارب 15 کروڑ 72 لاکھ روپے گرانٹس کا خرچ ہے اور دو ارب 28 کروڑ 60 لاکھ غیر متعین مد میں ہے کہ جو ضرورت پڑنے پر حکومت

ہمارے یہاں قوم کو 'فرزندان قوم کو' وطن کی مٹی کو رہن رکھ کر سود پر قرضہ لینے کو 'معاشیات کے کام کا درجہ دیا جاتا ہے

کہیں خرچ کر سکتی ہے اب آگے ترقیاتی خرچ ہوتا ہے وفاقی حکومت جو خرچ کرتی ہے ان پر مختص کی گئی رقم ہے 75 ارب 73 کروڑ 25 لاکھ اور اس میں آپ یہ جمع کریں جو ان قرضوں پر ہم سود دیتے ہیں جو ہم نے نہیں لیا وہ سود ہے تین کھرب 5 ارب 62 کروڑ 41 لاکھ یہ قرضہ کس نے لیا۔ یہ گزشتہ 53 سالوں میں حکمرانوں نے استعمال کیا اور اس رقم کے ساتھ یہاں سے لوٹ کر انہی بینکوں میں سرمایہ جا کر رکھا جن کو ہم سود لوٹا رہے ہیں۔

ہمارے سر جو رقم ورلڈ بنک یا آئی ایم ایف کی ہے حکومت کے بقول 38 ارب ڈالر قرضہ ہے امریکن کونسلیٹ نے سکھر میں خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ہمارے بینکوں میں پاکستان کے چند سو لوگوں کا جو سرمایہ ہے وہ سو ارب ڈالر سے زیادہ۔ 38 ارب ڈالر قرضہ اور 62 ارب ڈالر یہاں سے لوٹ کر وہاں لے جائے گئے یہ سود آخر ہم کیوں ادا کریں؟ کیا دنیا میں انصاف کی کوئی چیز نہیں ہے؟۔ ایک بین الاقوامی اصول ہے کہ جس قرض سے کوئی مفاد حاصل نہیں کرتا وہ اس کو ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے قرض کی ادائیگی اس کے ذمہ ہوگی جس نے اس سے استفادہ کیا۔ جن لوگوں نے محلات بنائے۔ جن لوگوں نے جاگیریں بنائیں۔ جب لوگوں نے فیکٹریاں لگائیں اور پھر سرمایہ باہر منتقل کیا، یہ سود بھی انہی کو دینا ہوگا اور اس قرضے کی واپسی بھی انہی سے کی جائے۔ ہمارا بجٹ رہ جاتا ہے ساڑھے تین کھرب۔ جس بجٹ میں وہ عیاشیاں شامل ہیں جو حکمران اور اراکین سلطنت کرتے ہیں ایک ایک بنگلہ پر دس دس گاڑیاں، کروڑوں روپے کا پٹرول خرچ ہوتا ہے ایک ایک دعوت پر کروڑوں اڑ جاتے ہیں۔ ایک وزیر اعظم کے چھ عمروں کا خرچ 18 کروڑ روپے ،ان کی عبادت بھی غریبوں کے خون پر ہوتی ہے۔

اب آئی معاشی صورت حال کی بات

جو جنرل صاحب نے پوچھا کہ جن پر کام نہیں ہو رہا میں عرض کرتا ہوں کہ ہم مسلمان ہیں الحمد للہ، ہم پر زکوۃ فرض ہے الحمد للہ، ہم پر قربانی واجب ہے الحمد للہ، ہم پہ فطرانہ واجب ہے الحمد للہ۔ آپ اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

فیلڈ میں تشریف ہی نہیں لائے۔ ذرا اندازہ کیجئے زمین کی پیداوار کا کم از کم جو تخمینہ بنتا ہے عشر کا دس فیصد اور بیس فیصد کا بنتا ہے 31 ارب 73 کروڑ 84 لاکھ 25 ہزار 175۔ یہ وہ رقم ہے جو اس بندے پر جو زمین سے پیداوار لیتا ہے اس مسلمان نے جو زمین سے پیداوار لیتا ہے دس فیصد یا بیس فیصد کے حساب سے بیت المال کو ادا کرنی ہے۔ جو معدنیات سرکاری ریکارڈ میں چل رہی ہیں ان پر عشر آتا ہے۔ وہ بنتا ہے 31 ارب 42 کروڑ 19 لاکھ 80 ہزار 323 روپے، مویشیوں پر جو زکوٰۃ بنتی ہے وہ ہے 7 ارب 74 کروڑ 38 لاکھ 20 ہزار 500 روپے ٹرانسپورٹ کے حصے میں جو زکوٰۃ آتی ہے وہ بنتی ہے 8 ارب 9 کروڑ 4 لاکھ 62 ہزار 500 روپے یہ کم از کم اندازہ ہے ملک میں جو سونا استعمال میں ہے لوگوں کے گھروں میں سنار کی دوکانوں پہ ہے اور جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس کا جو کم از کم تخمینہ بنتا ہے 71 ارب 49 کروڑ 59 لاکھ 40 ہزار روپے۔ قومی بچت کی سکیموں میں سرمایہ ہے اس پر جو زکوٰۃ بنتی ہے 16 ارب 88 کروڑ 91 لاکھ 42 ہزار 750 روپے۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ میں جو زکوٰۃ بنتی ہے 41 کروڑ 39 لاکھ 32 ہزار 780 روپے۔ زکوٰۃ الفطر جو ہر مسلمان فطرانہ ادا کرتا ہے پچھلے سال 25 روپے تھا اس سال غالباً 30 روپے ہو جائے گا جس طرح گندم کے ریٹ بڑھ گئے ہیں لیکن اگر 25 روپے کے حساب سے لگایا جائے تو وہ بنتی ہے 3 ارب 16 کروڑ 81 لاکھ 55 ہزار۔ تجارتی مالیاتی اور صنعتی اداروں پر جو زکوٰۃ آتی ہے وہ بنتی ہے ایک کھرب 86 ارب 13 کروڑ 70 لاکھ 40 ہزار 10 روپے۔ قربانی کی کھالیں۔ جتنی ملک میں قربانی ہوتی ہے جو ہم دیتے ہیں اگر ایک کھال کی قیمت تین سو روپے لگائی جائے حالانکہ بکرے کی کھال بھی چھ سو تو روپے میں بکتی ہے اگر تین سو لگائی جائے تو قربانی کی کھالوں کی قیمت بنتی ہے 3 ارب 90 کروڑ اور یہ سارا میزان بنتا ہے تین کھرب 61 ارب 30 لاکھ 99 ہزار 38 روپے ۔ جس طرح کا بے ربط اور بے ترتیب ہمارا بجٹ

ایک وزیر اعظم کے چھ عمروں کا خرچ اٹھارہ کروڑ روپے ہے' ان کی عبادت بھی غریبوں کے خون پر ہوتی ہے

چل رہا ہے جس میں ہر محکمے میں خرد برد موجود ہے جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں وزیر خزانہ نے یہ بیان دیا تھا کہ جو ٹیکس کولیکشن ہوتی ہے اس میں لوٹ کھسوٹ ہے کہ 60 فیصد راستے میں ضائع ہو جاتی ہے اور 40 فیصد خزانے تک پہنچتی ہے آج تک اس 60 فیصد کا کسی نے راستہ بند نہیں کیا اس میں جن پر ہم نے اندازہ نہیں لگایا وہ یہ مدیں ہیں زر نقد جس کے پاس ہے اس کا کرنٹ اکاؤنٹ ہے یا اس پر ہم نے اندازہ نہیں لگایا۔ ہوٹلوں کی آمدنی پر اندازہ نہیں لگایا۔ تنخواہوں پہ اندازہ نہیں لگایا ۔ چھوٹے کارخانوں، چھوٹے دوکانوں، اشیائے صرف پر اندازہ نہیں لگایا دوکانوں اور مکانوں کے کرائے کو شامل نہیں کیا پیشہ ور افراد، ڈاکٹر وکیل وغیرہ کی آمدن شامل نہیں کی۔ جائیداد کی جو خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اس پر اندازہ نہیں لگایا اور وقف املاک سے جو نوٹوں کو بوریوں میں لے جایا جاتا ہے میں نے ایک دربار سے پوچھا تھا کہ جتنی نقدی آمدن ہو جاتی ہے تو اس نے کہا کہ ہم گنتے نہیں ہیں روز کی تین بوریاں ہو جاتی ہیں نوٹوں کی۔ اس سب کے باوجود ان سب کا اندازہ لگایا جائے تو جو روپیہ مسلمانوں پر اسلام نے ٹیکس کے طور پر عائد کر دیا ہے اس کی رقم کم و بیش دس کھرب روپے بنتی ہے جس میں ہر گاؤں اور ہر گھر تک پختہ سڑک جا سکتی ہے ہر گھر میں بجلی کی لائن جا سکتی ہے ہر شہری کے بچے کو تعلیم کی سہولت میسر آ سکتی ہے ہر بیمار کو فری علاج میسر آ سکتا ہے ہر بے روزگار کو بے روزگاری الاؤنس دیا جا سکتا ہے بیواؤں اور یتیموں کے وظیفے مقرر کیے جا سکتے ہیں محترم جنرل صاحب! اکانومی کے اس ایریا میں کام نہیں ہو رہا اور بالکل نہیں ہو رہا حضرات گرامی! ایک تاثر لیا جاتا ہے کہ میں علماء کی مخالفت کرتا ہوں اور یہ بالکل غلط ہے میں جو پتھر ہوں اور میں جہاں بھی ہوں اہل علم، اہل دل، علماء، اور اولیاء کی جوتیوں میں بیٹھنے کی وجہ سے ہوں۔ مجھ سے بڑا علماء کا قدر دان شاید کوئی نہ ہو لیکن میں یہ سوال کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ ہر قسم کے اخراجات کے لئے فنڈ اخراجات موجود ہیں لیکن دینی اداروں کا نام تک نہیں، آخر کیوں؟

ہم اپنے بجٹ سے دینی اداروں کا حصہ کیوں نہیں دیتے۔ سربراہ کو وہ عزت کیوں نہیں دیتے۔ جو کالج کے پرنسپل کو دیتے ہیں ہم دینی مدارس کے طلباء کو اچھا کھانا، اچھی رہائش، اچھی عمارت کیوں نہیں مہیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرتے؟ان کا حصہ بجٹ میں سے دیا جائے۔اور اللہ کے لگائے ہوئے ٹیکس بیت المال میں جمع کئے جائیں ملک کو رفاہی سلطنت بنایا جائے۔جو اسلام کا بنیادی قاعدہ ہے کہ ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کی جائے۔انصاف لوگوں کو طلب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔جہاں قتل ہوتا ہے تو علاقہ مجسٹریٹ کا عدالتوں کا کام ہے کہ وہاں تشریف لے جائیں۔پولیس کا کام بندے جمع کرے اس کا کام ہے تفتیش،انکوائری کرے اور سیشن کو SUBMIT کرے اور پندرہ دنوں میں اس کا فیصلہ ہو جائے 15 دن اعلیٰ عدالت کو اپیل کیلئے دے دیئے جائیں۔اسلام کا نظام انصاف یہ نہیں ہے کہ سیشن جج نے سزائے موت دے دی ہائی کورٹ نے بری کر دیا اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اگر سشن جج سزائے موت دیتا ہے اعلیٰ عدالت بری کرتی ہے تو سشن جج کو بھی جواب دینا چاہیئے۔تین میں سے ایک بات ہے یا تو اس نے تساہل کیا یا اس نے شہادت پر غور نہیں کیا یا پھر اس نے رشوت لی۔ اور غلط فیصلہ دیا۔بے گناہ کو سزائے موت سنائی ۔مقدمہ قائم ہونا چاہیے یا پھر اس میں اہلیت ہی نہیں ہے وہ شہادت کو سمجھ ہی نہ سکا۔اسے اس عدالت سے نکال دینا چاہیے اگر اسلام کا نظام عدل آئے تو ہر ایک سے جواب طلبی ہو۔کوئی یہودی اگر امیر المومنین حضرت علی کو قاضی شوری کی عدالت میں لے جا سکتا ہے باقی کون بچتا ہے جس کا محاسبہ اسلامی عدالتیں نہیں کر سکتیں۔

جناب جنرل صاحب اس فیلڈ میں کام نہیں ہو رہا اور نصف صدی سے زیادہ ہو گیا۔غضب کیا جو تیرے وعدوں پر اعتبار کیا ہم سے سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ ہر آنے والے کا نعرہ اسلام تھا یا کشمیر تھا ہم اس پر اعتبار کرتے رہے۔وعدے ہوئے مگر کبھی وعدے وفا ہوئے؟ پھر اعتبار کرنے سے کیا فائدہ۔اب ہم وعدوں پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہیں محترم جنرل صاحب! اللہ نے آپ کو اقتدار بطور امانت دیا ہے ایک دن بے حس و حرکت چند گز کپڑے میں لپٹے ہوئے چند گز زیر زمین

قرض کی ادائیگی اس کے ذمہ ہوگی جس نے اس سے استفادہ کیا، جن لوگوں نے محلات بنائے، جن لوگوں نے جاگیریں بنائیں

آپ کو بھی سو جانا ہے جہاں کوئی سرکاری گارڈ، کوئی سرکاری سکواڈ کا بندہ، کوئی سرکاری محافظ کوئی کچھ نہیں ہوگا ایک عام آدمی کی طرح آپ کے گلے میں بھی ان سلا کفن ہوگا اور جواب طلب کرنے والے موجود ہوں گے۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہی یہ نظام نافذ کر دیں لیکن اس کے ساتھ یہ گزارش بھی کرنا چاہتے ہیں کہ ہم وعدہ نہیں چاہتے عمل چاہتے ہیں اگر آپ نہیں کریں گے تو کم از کم تین لاکھ وہ لوگ جو میرے ساتھ موت پر بیعت کر چکے ہیں یہ تین لاکھ سر آپ کو کاٹنے ہوں گے اور وہ قوم ہے جس کا ہر اول دستہ تین لاکھ کا ہوگا تو اس کے پیچھے تین کروڑ سرفروشی سر کٹانے کو موجود ہوں گے کتنے لوگ ہیں جو اپنا سر کٹوا سکتے ہیں ذرا کھڑے ہو کر دکھائیے۔ آیئے جنرل صاحب فصل تیار ہے یہ سروں کی فصل ہے اور یہ صرف محض ہر اول دستے کے چند سپاہی ہیں ہم انشاء اللہ اکابرین کی شوریٰ بھی بنائیں گے اور اس سے اگلا اجتماع ایوان اقتدار کے سایے میں اسلام آباد کے اندر ہوگا ہمارے گلے میں اللہ کی کتاب ہوگی ہمارے ہاتھ میں درود کی تسبیح ہوگی ہم بندوقیں نہیں لائیں گے لیکن انشاء اللہ یاد رکھیئے کسی نے ہم پر بندوق اٹھانے کی غلطی کی تو اسی سے بندوق چھینیں گے اور چلانا ہمیں آتا ہے۔ہم بندوقیں لیکر نہیں آئیں گے ہم امن کے داعی ہیں ہم محمد رسول ﷺ کے سپاہی ہیں سب کے لئے عدل کے طالب ہیں ہم قرآن گلے اور تسبیح ہاتھ میں لیکر آئیں گے اور میں دیکھوں گا ہمیں کون روکتا ہے اور کبھی بھول کر ہمارے خلاف بندوق اٹھانے کی غلطی نہیں کیجیے گا ہم میں ہمت ہے جو ہم پر بندوق تانے گا ہم سے بندوق لیکر چلائیں گے۔

تشریف رکھیئے جناب! اللہ آپ کے اس جذبہ ایمان کو قبول فرمائے آپ کو شہادتوں سے سرفراز فرمائے وطن عزیز پر خون دے کر ہم لکھ جائیں گے محمد رسول اللہ

انشاء اللہ العزیز اسی مٹی کے نصیب میں نظام اسلام لکھا گیا ہے شب قدر کو تقسیم ہو کر بنے یہ ملک یہ اس کی پرشہیدوں کا خون نچھاور ہوا ہزاروں عصمتیں قربان ہوئیں لاکھوں خاندان اجڑے۔تمام لوگ پا پیادہ چلے راستے میں شہادتوں کا جام نوش فرمایا۔ اب بہت ہو گیا ہے اب وقت آگیا ہے انشاء اللہ ہم اسلام کے لئے بھیک نہیں مانگیں گے مطالبہ نہیں کریں گے جناب میری چٹھی بغیر قلم اور کاغذ کے جنرل صاحب کے نام ہے یہ ہزاروں سروں کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

نذرانہ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ جنرل صاحب! ہم مسلمان ہیں اور اسلام کے طالب ہیں ہم پر کسی نے احسان نہیں کرنا اسلام ہماری زندگی ہے اور اسلام کے بغیر ہمارا ہونا ہمارے لیے باعث شرم ہے۔

حضرات گرامی! انشاالله العزیز، اسلامی نظام اس وطن کو نصیب ہوگا اس ملک کے وسائل میں ملک کا ہر شہری شریک ہوگا۔ لوگ تنہا جنگلوں میں سفر کریں گے اور انہیں کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ انشا الله سونے کی دوکانیں کھلی چھوڑ کر جائیں گے ان کو تالے نہیں لگائیں گے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اسلامی نظام میں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کسی کے برتن ننگے رہ گئے تو کوئی کتا منہ ڈالنے کی جرات نہیں کرے گا۔ شہادت موت نہیں ہوتی موت کی شکست ہوتی ہے اور جس مشن پہ شہدا جان دینے والے لوگ، زندہ چلتے پھرتے لوگ، جو موت کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ ایران کا سالار رستم سب سے آخر میدان میں اترا حضرت خالد اس کے مقابل تھے اور بے پناہ لشکر تھا اس کے پاس انہوں نے اس کی چٹھی لکھی اس کا ایک جملہ یہ تھا

ان معی قوم

رستم میرے ساتھ وہ لوگ ہیں وہ قوم ہے یحبون الموت کما یحبون الفارس والخمر

جس طرح تیرے سپاہی شراب کے عاشق ہیں۔ یہ اس سے زیادہ موت کو تلاش کرتے ہیں آج تک ریکارڈ ہے عالم دنیا کا کہ کسی نے موت کا مقابلہ نہیں کیا اور جو لوگ شہادت کی راہ پہ چلتے ہیں یہ باطل کیلئے چلتی پھرتی موت ہوا کرتے ہیں۔ افغانستان میں اسلحہ کس نے دیا؟ روسیوں نے افغان مجاہدین کو اسلحہ کس نے فراہم کیا؟ روس نے، جنہوں نے حملہ افغانستان پر کیا اور ان مجاہدوں کو اسلحہ وہ لوگ دیں گے جو ان پر بندوق اٹھائیں گے۔ یہ فکر نہ کیجئے ہماری کوئی تحریک زیرزمین نہیں ہے کوئی بات لگی لپٹی نہیں ہے۔ بڑی واضح بات ہے ہم حکومت کے ساتھ ہیں حکومت اسلام نافذ کرے۔ حکومت اسلام نافذ نہیں کرے گی تو ہم میدان میں اتریں گے، بہت جلدی بتا دیں گے اسلام کا مطالبہ بطور خیرات نہیں ہے۔ حق حاصل کرنے کے لئے انشا الله ہم اپنا حق حاصل کریں گے انشاالله

اسلام کی حاکمیت کیلئے
ہر قربانی دیں گے
منجانب نورالرحمٰن لودھی، حفیظ الرحمٰن لودھی رحمان آئلز
لال ملز چوک، فیکٹری ایریا فیصل آباد فون نمبر 618946-624353

www.naqshbandiaowaisiah.com

تنظیم الاخوان کے منارہ میں عظیم الشان اجتماع کی جھلکیاں

تحریر الطاف قادر گھمن

- تنظیم الاخوان کے زیر اہتمام دار العرفان منارہ میں 13 اکتوبر 2000ء بروز جمعتہ المبارک ایک عظیم الشان تاریخی اجتماع کا اہتمام کیا گیا۔
- دار العرفان کے سامنے کھلے میدان میں سٹیج سجایا گیا۔
- سٹال کھانے کی کنٹین اور بسوں، کاروں، ویگنوں کی پارکنگ کا بہت ہی اچھا انتظام و انصرام تھا۔
- غیر جانبدار ذرائع کے مطابق اجتماع میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اجتماع گاہ لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔
- اجتماع کی کارروائی سوا بارہ بجے تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔
- اجتماع میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ڈویژنل صدر تنظیم الاخوان فیصل آباد جناب محمد اظہر خورشید صاحب نے ادا کئے۔
- سٹیج سیکرٹری نے اپنی ذمہ داری نہایت خوبصورتی سے ادا کی۔ ہر مقرر کے بعد اپنے برجستہ اور پر اثر جملوں سے سامعین کو گرمایا۔
- حاضرین اجتماع کو باوضو رہنے اور تسبیحات ذکر الٰہی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔
- انتہائی مختصر نوٹس کے باوجود حاضرین کی تعداد سیاسی حلقوں کیلئے غیر متوقع تھی۔
- اجتماع گاہ میں تنظیم الاخوان کے مہر نبوت والے سبز پرچم لہرا رہے تھے۔
- امیر محمد اکرم اعوان کو دعوت خطاب دیتے ہوئے سٹیج سیکرٹری نے سامعین کو اللہ اکبر کے نعروں سے گرمایا۔ اللہ اکبر کا نعرہ جب فضا میں گونجتا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ پورے کفر پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔
- امیر محمد اکرم اعوان نے تقریباً" 40 منٹ نفاذ اسلام اور ہماری معیشت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ آپ نے دوران خطاب جانبازان اسلام سے موت کی بیعت لی اور حکومت کو خبردار کیا۔ اسلام نافذ کرو۔ ورنہ فصل تیار ہو چکی ہے۔ ہماری منزل صرف اور صرف ---- شریعت یا شہادت ہے۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر اور اپنے ہاتھ بلند کر کے جانیں نچھاور کرنے کا عہد کیا۔
- امیر محمد اکرم اعوان نے جس انداز سے اعداد و شمار اور ٹیکنیکل پوائنٹس کے ذریعے بات کی۔ اس سے آپ ایک منجھے ہوئے ماہر معاشیات لگ رہے تھے اور اندازہ ہو رہا تھا کہ الاخوان نے ہر شعبے میں مکمل تیاری کر رکھی ہے۔
- سٹیج پر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ناظم اعلیٰ کرنل (ر) مطلوب حسین، تنظیم الاخوان کے مرکزی صدر کرنل (ر) عبد القیوم، کرنل (ر) غلام سرور، کرنل (ر) بشیر، میجر مقبول احمد شاہ (مرکزی نائب صدر تنظیم الاخوان) منور حسین کلو، معروف سیاسی رہنما قاضی غیاث الدین جانباز اور چیف ایڈیٹر ڈیلی یاران محمد اسلم موجود تھے۔
- اجتماع میں سامعین نے نماز جمعہ امیر محمد اکرم اعوان کی امامت میں ادا کی اور بعد میں ملک کی سلامتی اور نفاذ اسلام کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔
- فیصل آباد سے معروف صنعت کار حفیظ لودھی، رانا عاشق، تنظیم الاخوان کے صوبائی صدر منور کلو، مدیر المرشد محمد اسلم، نائب مدیر المرشد الطاف قادر گھمن نے شرکت کی۔
- جلسہ عام اڑھائی بجے دوپہر اختتام پذیر ہوا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

وچلا نئیں من دا

جو اسلام قبول نہیں کرتا' اس کو اس کا اختیار ہے لیکن جو اسلام قبول کرتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے' اپنے کردار سے' اپنی کوشش اور محنت سے اس کی حقانیت دنیا پر ثابت کر دے

خطاب ۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 15-7-2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین امنو کونوا قومین لله شهداء بالقسط ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلو اعدلو هو اقرب للتقوی واتقوالله ان الله خبیر بما تعملون ٥ (سورۃ المائدہ کی ساتویں ایہ کریمہ ہے)

قرآن حکیم نے مختلف انداز سے ایک مسلمان کے جو اوصاف بیان کئے ہیں اور شریعت کے جو احکام بیان فرمائے ہیں ان پر عمل سے تعلق باللہ نصیب ہوتا ہے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے اللہ کریم سے تعلق بڑھتا ہے اور عمل نہ کرنے سے تعلق باللہ میں کمی آجاتی ہے' دوری آجاتی ہے' کمزوری ہو جاتی ہے۔ مختلف احکام کی اہمیت ہے مثلاً نماز' روزے کو لیجیے دونوں فرض عین ہیں اور دونوں فرض فرد کی ذات سے متعلق ہیں۔ فرضیت کا اصول یہ ہے کہ وہ حکم قرآن سے براہ راست ثابت ہو۔ نماز بھی اسی لئے فرض ہے کہ اس کا براہ راست حکم ہے روزہ' زکوۃ اور حج اسی لئے فرض ہے کہ اس کا حکم براہ راست قرآن سے ہے۔ اب انسانی مزاج ہے کہ وہ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے۔ یہ تخلیقی طور پر انسان کا مزاج ہے اور اس طرح مجبور ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ کوئی کاشت کار ہے' کوئی کاریگر ہے' کوئی ہنر مند ہے' کوئی مکان بنا کر دیتا ہے' کوئی جوتا بناتا ہے' کوئی غلہ بوتا ہے' کوئی کپڑا بناتا ہے' کوئی حجامت بناتا ہے کوئی بال تراشتا ہے' یہ سارے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح مربوط ہوتے ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا کوئی تصور نہیں اور ایک ہی شخص اکیلا رہے اور سارے کام وہ خود ہی کرے تو ایسا کوئی تصور انسانی برادری میں' معاشرے میں' انسانی استعداد میں نہیں ہے۔ اب جب مل کر رہنا ہے لوگوں سے تعلق رکھنا ہے لوگوں سے بنا کر رکھنا

> "وچلا ای نئیں من دا کہ
> ایہہ مرزا نئیں ہو سکدا اے تے
> دلیلاں سنن دی کیہڑی لوڑ اے"

ہے تو پھر بعض اوقات ہماری ضرورتیں اور ہماری مصلحت کوشیاں اتنی شدید ہو جاتی ہیں کہ ہم بعض لوگوں کا شکوہ' ان کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس طاقت ہوتی ہے جیسے کوئی حکمران ہوتا ہے یا افسر ہوتا ہے یا علاقے کا کوئی غنڈہ ہوتا ہے' اس کی دشمنی سے ڈر لگتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہماری بہت سی ضرورتیں ان سے متعلق ہوتی ہیں ہم نہیں چاہتے کہ یہ لوگ ناراض ہو جائیں لیکن یہاں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ تقاضائے ایمان یہ ہے۔

کونو قومین لله شهداء با لقسط۔

اللہ کے لئے حق کی گواہی دینے کے لئے مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ' یہ ثابت کر دو کہ توحید حق ہے یہ ثابت کر دو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت حق ہے یہ ثابت کرو کہ اللہ کا کلام حق ہے یہ ثابت کرو کہ اسلام حق ہے اور ہم اس حق کے ساتھ ہیں۔ اور فرمایا اس میں کسی مصلحت کو دخل انداز نہیں ہونا چاہئے۔

ہم اکثر جب ترجمہ کرتے ہیں یا اس کی شرح لکھتے ہیں یا تفسیر کی طرف جاتے ہیں تو اسے مقدمات کی شہادت پہ لے آتے ہیں مقدمات کی شہادت تو ایک واقعہ کی شہادت ہے وہ چھوٹا سا کام ہے کسی نے ایک واقعہ دیکھا اس نے بیان کر دیا وہ شاید ایک بندے سے یا دس بندوں سے متعلق ہوگا لیکن اسلام کی حقانیت پوری نسل انسانی کا مسئلہ ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مغرب الزام لگاتا ہے کہ اسلام بنوک شمشیر پھیلایا گیا لیکن اسلام کا ظہور جب مکہ مکرمہ میں ہوا تو اسلام کے پاس نہ دولت تھی نہ تلوار تھی اسلام جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ وارد ہوا تو اسلام کے پاس نہ دولت تھی اور نہ تلوار تھی اور اسلام قبول کرنے کے لئے بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے اور اگر کسی سے جبر و اکراہ سے اسلام قبول کروایا جائے تو اللہ اسے مسلمان نہیں مانتا۔ لااکراه فی الدین۔ دین کو منوانے کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ اس آیت کا ترجمہ بھی ہم غلط کرتے ہیں کوئی نماز نہیں پڑھتا کوئی روزہ نہیں رکھتا وہاں بھی یہ آیت ٹھونس دیتے ہیں کہ دین میں جبر

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہے۔ دین مکلف ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ بے نماز کی سزا پائے' جو روزہ نہیں رکھتا اس کی فقہ میں جو سزا ہے وہ پائے۔ چونکہ یہ جرائم ہیں اور جرائم پر سزا مقرر ہے۔ ہم اس آیۂ کریمہ کو یہاں ٹھونس دیتے ہیں۔ جی لااکراہ فی الدین۔ جو کسی کا جی چاہے کرے۔ نہیں! لااکراہ فی الدین ۔ دین منوانے میں' کسی غیر مسلمان کو مسلمان بنوک شمشیر نہیں کیا جائے گا۔ یہ اس کا حق ہے کہ وہ مانے یا نہ مانے۔ لیکن جو قبول کرتا ہے اس کا اس پر صرف قائم رہنا ہی کافی نہیں اس پہ فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے' اپنے کردار سے' اپنی کوشش اپنی محنت سے' اس کی حقانیت دنیا پہ ثابت کر دے۔ اور صحابہ کرامؓ کے اس جذبے سے اسلام پھیلا۔

اس برصغیر کی فتح کے لئے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو جو حکم دیا تھا وہ یہ تھا کہ تم تین ہزار کا لشکر جمع کر لو اور لشکر دیہات سے جمع کرو۔ محمد بن قاسم بھی شمال مغرب کے محاذ پر تھا ہراول دستے کا سالار تھا۔ حجاج بن یوسف اپنے صوبے میں بیٹھا ہوا وہاں کی جنگ کو کنٹرول کر رہا ہوتا تھا اور نقشے دیتا تھا کہ یہاں سے حملہ کرو' یہاں سے آگے بڑھو' یہاں سے پیچھے ہٹو۔ تو مجھے شہر کا نام یاد نہیں جس پر قبضہ کرنے کا حکم حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو دیا جو ہراول دستے کا سالار تھا اس نے امیر لشکر کو یہ مشورہ دیا کہ اس شہر کو چھوڑ دیا جائے اور ہم اس کے ایک طرف سے نکل کر اگر اس سے اگلا شہر قبضے میں کر لیں تو پھر اس شہر سے ہتھیار ڈلوانا آسان ہوگا۔ موقع محل پر صورت حال کچھ اس طرح کی تھی تو محمد بن قاسم جب واپس بصرے آیا تو حجاج بن یوسف نے کہا کہ اس جرنیل کو میرے پاس بھیجو جو یہ مشورہ دیتا ہے کہ ایک شہر ہم پیچھے چھوڑ دیں اور اس سے اگلے شہر پر قابض ہو جائیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے' وہ میرے ساتھ بات کرے۔ محمد بن قاسم اس مسئلے میں حجاج بن یوسف کے پاس آیا اسے بات سمجھائی تو اس نے پوچھا تم کون ہو' تب حجاج بن یوسف کو پتہ چلا' کہ یہ میرے مرحوم بھائی کا بیٹا ہے۔ ابھی محمد بن قاسم وہیں موجود تھا جب مسلمانوں کے جہاز لٹنے کی خبر وہاں پہنچی جو سندھ کے ڈاکوؤں نے یا حکومت نے یا ہندوؤں نے لوٹے تھے۔ حجاج نے محمد بن قاسم سے کہا کہ

> **عدالت نے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہے' اگر میں فیصلہ قانون کے مطابق نہ کروں تو میرا گریبان پکڑنا۔ لیکن اگر تمہیں انصاف نہ ملے تو اس کا ذمہ دار میں نہیں ہوں**

میرے پاس فوج نہیں ہے اور حکم دیا کہ تم تین ہزار سپاہی دیہات سے جمع کرو اور مغویان کو چھڑانے کے لئے برصغیر پر حملہ کر دو۔ اب یہ ضروری نہیں کہ ان کے ساتھ تین ہزار ہی جمع ہوئے تھے بعض مورخ ڈیڑھ ہزار کی تعداد لکھتے ہیں۔ بہر حال اگر تین ہزار بھی تھے تو اس کے بعد کوئی لشکر' کوئی فوج' کوئی مجاہد' کوئی غازی' عرب سے نہیں آیا۔ اگر وہی لشکر مکران کے ساحل سے داخل ہوا اور ملتان تک بڑھتا چلا گیا اور پھر محمد بن قاسم کی شہادت کے بعد برصغیر سے نکل کر چین تک چلا گیا' اس نے پیچھے سے کوئی فوج نہیں منگوائی۔ وہ لوگ جہاں پہنچتے تھے وہاں کے لوگ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے فوجی بن جاتے تھے۔ لڑائی میں بھی وہ حدود و قیود' وہ آداب' وہ اعلیٰ اخلاق' وہ اعلیٰ روایات برقرار رکھتے تھے کہ ان سے لڑنے والے بھی اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جاتے تھے۔ جہاں وہ ٹھہرتے تھے شہروں کے شہر انہیں دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے' اس لئے کہ ان کا عمل اسلام کی حقانیت پہ شہادت تھا۔

اب اگر ہم نماز ادا ہی نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو بے دلی سے' رکوع سجود ہی پورا نہیں کرتے' ارکان ہی پورے نہیں کرتے' شرائط ہی پوری نہیں کرتے صرف ٹوٹل پورا کرتے ہیں تو ہمارا یہ عمل کیا نماز کے فرض ہونے پر دوسروں کے لئے گواہی بن سکے گا۔ دکاندار کے پاس دو گاہک آ جائیں' زمیندار کو دو چکر ہل چلانے کے لگانے پڑیں۔ دفتری بندے کو دو چار خطوط لکھنا پڑیں تو وہ نماز موخر کر دیتا ہے اور کہتا ہے خیر ہے ابھی بڑا وقت ہے' ابھی تو اتنا وقت باقی ہے' پڑھ لیں گے ہو جائے گا۔ ہمارا یہ برتاؤ کیا دین کے اس اہم رکن کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے یا اس کے غیر اہم ہونے پر دلالت کرتا ہے؟ شہادت کی بات ہو رہی ہے یہاں۔

کونوا قومین للہ شھداء بالقسط۔ اللہ کے لئے' اللہ کے دین کے لئے' اللہ کے احکام کے لئے' اللہ کے رسول ﷺ کے لئے' اسلام کے لئے تمہارا عمل ایک ٹھوس گواہی بن جائے۔

ہم مسلمان دنیا میں دو ارب یا دو سو کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ پوری دنیا کی آبادی چھ ارب یا چھ سو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ابھی اتنی ہوئی نہیں لیکن چند لاکھ کا فرق ہے زیادہ کا نہیں۔ اور ایک سو بائیس معروف اقوام یا معروف جو عقیدے ہیں یا فرقے طبقے ہیں وہ ہیں ایک سو بائیس اقوام شمار کی جاتی ہیں کم و بیش۔ چھ ارب میں ایک سو اکیس اقوام شامل ہیں' جس میں دو ارب صرف ایک قوم ہے اور وہ ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلمان۔ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ ہیں۔ شاید زیادہ ہوں مگر ان میں سے جو باقی اقوام بچتی ہیں۔ چھپن کے قریب ریاستیں مسلمانوں کے پاس اور دنیا کے رزق کے وسائل کا کم و بیش اسی فیصد حصہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ مغرب کے جو سروے کرنے والے لوگ ہیں' تخمینے لگانے والے وہ بیالیس فیصد کہتے ہیں لیکن وہ اپنا پورا جھوٹا زور لگا کر بیالیس فیصد تک لیجاتے ہیں اگر بتالیس فیصد بھی مسلمانوں کے پاس ہوں اگر ان کی بات مانی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ آدھے وسائل ایک قوم کے پاس ہیں اور آدھے وسائل ایک سو اکیس قوموں کے پاس ہیں۔ لیکن وہ جھوٹ بولتے ہیں اسی فیصد سے زائد مسلمانوں کے پاس ہیں' گرم پانیوں کی بندرگاہیں مسلمانوں کے پاس ہیں' تیل کے عظیم ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں' سونے اور ہیرے کی کانیں مسلمانوں کے پاس ہیں' بہترین فصلیں دینے والے زرخیز علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ آپ پوری روئے زمین کا نقشہ سامنے رکھ کے دیکھ لیجئے باقی ممالک یا جنوب میں ہیں یا انتہائی شمال میں ہیں جہاں کہیں چھ مہینے برف رہتی ہے کہیں دس مہینے کہیں سارا سال برف پڑی رہتی ہے یا کہیں انتہائی اور شدید گرمی ہوتی ہے یہ درمیان خط استواء کے شمال اور جنوب میں پوری دنیا کے ارد گرد جو اچھے علاقے ہیں اور جو وسائل پیدا کرنے والی زمینیں ہیں پہاڑ اور دریا ہیں اللہ نے مسلمانوں کو دے رکھے ہیں۔ یعنی افرادی قوت میں بھی دنیا سے زیادہ ہے یہ قوم اور مالی وسائل کے اعتبار سے بھی مالا مال ہے علم و دانش اور ہنر کے اعتبار سے بھی دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں چوٹی کے ڈاکٹر مسلمان نہ ہوں' چوٹی کے سائنٹسٹ مسلمان نہ ہوں' چوٹی کے انجینئرز مسلمان نہ ہوں' جاپان سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ تک۔ اتنے وسائل کے باوجود مسلمان ساری دنیا میں رسوا ہیں' ذلیل ہیں' قتل ہوتے ہیں' مارے جاتے ہیں' تباہ ہوتے ہیں' بدنام ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی لڑائیاں' شیعہ سنی کی لڑائیاں سی این این پہ آتی ہیں۔ شیعہ سنی کے قتل و غارت کے قصے جو بی بی سی پہ سنتے ہیں۔ بی

کسی بڑی سے بڑی طاقت کا کوئی ڈر' اندیشہ فکر تمہیں اس بات پہ آمادہ نہ کرے کہ تم عدل سے پیچھے ہٹ جاؤ

بی سی یہ کیوں نہیں بتاتا کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کس انداز سے آئرلینڈ میں آج بھی لڑ رہے ہیں اور جس انداز سے یہ عیسائیوں کے دو فرقے لڑ رہے ہیں اس طرح کی مسلمان فرقوں میں آج تک کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ مسلمان فرقوں میں تو اکا دکا بندہ مارے جانے کی خبر آتی ہے اور انہوں نے تو شہروں کے شہر اجاڑ دیئے۔ ٹرینوں کی ٹرینیں غرق کر دیں' تباہ کر دیں لیکن ان کی تو کوئی خبر نہیں آتی؟ انہیں کوئی بدمعاش نہیں کہتا؟ کوئی دہشت گرد نہیں کہتا؟ انہیں کوئی ظالم نہیں کہتا؟

ہندوؤں نے عیسائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ ہندوستان میں گرجے جلا دیئے' پادریوں کو گولیاں مار دیں' ہندوؤں کو مار دیا۔ کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا اور دس عیسائی وہاں مارے گئے مورو میں فوراً اقوام متحدہ بھی حرکت میں آ گئی مسلمانوں سے ایک صوبہ چھین کر وہاں عیسائیوں کی حکومت بنا دی دو تین ہفتے کے اندر اندر۔ یہ تک کسی نے نہیں پوچھا کہ ان کا آبادی میں تناسب کیا ہے کتنے فیصد عیسائی ہیں ان کا حق بنتا بھی ہے یا نہیں۔ اگر مغرب کی جمہوریت کو ہی لیا جائے تو اس میں کثرت تعداد تو شرط ہے' وہاں یہ بھی کسی نے نہیں پوچھا' یہ مسلمان اتنے کمزور اور کفر کے لئے تر نوالہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟

اس لئے کہ خود مسلمانوں کا کردار اسلام کی حقانیت پر گواہ نہیں ہے۔ یہاں چکوال میں ایک جلسہ ہو رہا تھا اور محکمہ تعلیم کے ایک افسر کے پاس میں بیٹھا تھا تو کسی نے آ کر بتایا کہ جی ختم نبوت والوں کا جلسہ ہے اور بڑا اچھا مقرر ہے اور بڑے مشہور عالم تھے وہ تشریف لائے تھے مجھے اب یاد نہیں کون تھے' بہر حال کوئی معروف آدمی تھے تو میں نے اس افسر سے کہا شاہ جی! وہ شاہ صاحب تھے' میں نے کہا شاہ جی چلو جلسہ سنتے ہیں۔ کہنے لگے' نہیں یار! کیا فائدہ؟ میں نے کہا' کیوں؟ کہنے لگا' ''وچلا ای نئیں من دا کہ ایہہ مرزا نبی ہوسکدا اے تے دلیلاں سنن دی کیہڑی لوڑ اے'' یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ آدمی یہ کہتا ہے کہ میرا دل یہ بات قبول کرنے کو تیار نہیں مجھے شبہ بھی نہیں گزرتا کہ مرزا قادیانی نبی بھی ہو سکتا ہے تو میں اس پر دلیلیں کیوں سننے جاؤں۔ میرے پاس ایک ہی دلیل کافی ہے کہ میرا دل نہیں مانتا۔ بات ختم۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آدمی ویسے جاننے کے لئے بھی سننے چلا جاتا ہے کچھ دلائل علماء کی تقریر سے ہاتھ آ جاتے ہیں کہیں بات کرنا پڑتی ہے' کسی دوسرے کو سمجھانا' اس نے کہا جی نہیں فضول ہے' یہ سمجھنے سمجھانے کی بات نہیں' وچلا ای نئیں من دا۔ یعنی دل اس بات کو قبول

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں کرتا۔ اور دل جس بات کو قبول کرتا ہے اس سے پھر پیچھے تو نہیں ہٹتا۔ یہی بات اس آیۃ کریمہ کا منشا ہے۔

کہ جب تم مومن ہو تو کونوا قومین۔ پھر لوہے کی دیوار بن کر کھڑے ہو جاؤ' ہر ہر عمل تمہارا اسلام کی حقانیت کا ثبوت بن جائے۔ کسی کا ڈر' کسی کا خوف' کسی کی ناراضگی' کسی کا کوئی لالچ تمہیں حق کے راستے سے ہٹا نہ سکے۔ ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا ۔ کسی بڑی سے بڑی طاقت کا کوئی ڈر اندیشہ فکر تمہیں اس بات پہ آمادہ نہ کرے کہ تم عدل سے پیچھے ہٹ جاؤ۔

الا تعدلوا۔ کہ تم عدل کا ساتھ نہ دو یہ نہیں فرمایا کہ تم ظلم کرو۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ کوئی ایسی قوت تمہیں مجبور کر کے تم سے ظلم نہ کروائے لیکن اس میں یہ ہوتا کہ صرف ظلم سے رک جاؤ ظلم نہ کرو یہاں حکم دیا عدل کرو ایسا نہ ہو کہ کوئی طاقت کوئی قوت تمہیں عدل کرنے سے روک سکے اور تم عدل نہ کر سکو۔ تو اس کا مطلب ہے کہ بحیثیت قوم' مسلمان کی ناکامی' اس کی ذلت و رسوائی کا سبب میں ہوں' آپ ہیں' ہم ہیں' ہمارا وہ کردار ہے جو ہم نیم دلی سے عمل کرتے ہیں احکام شریعت پر۔ ہم اپنے آپ کو اس پہ قائم نہیں کر پاتے کہ خواہ کچھ ہو جائے ہمارا عمل وہی ہوگا جس کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ اور فرمایا یہ عمل یعنی عدل کرنا۔ ھو اقرب للتقوی۔ تقوی سے قریب ترین سب سے اعلیٰ کام سب سے عظیم حصہ جو تقوی کا ہے وہ عدل کا قیام ہے۔ ظلم نہ کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن عدل قائم کرنا ایک الگ بات ہے۔ ظلم نہ کرنا تو یہ ہے کہ ہم کسی سے زیادتی نہیں کرتے لیکن عدل قائم کرنا یہ ہے کہ کسی سے زیادتی نہ ہونے پائے' ماحول ہی ایسا کر دیا جائے۔

واتقو اللہ۔ صرف اللہ کی ناراضگی سے ڈرا کرو۔ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ وہ ایسی ذات ہے تم جو کرتے ہو وہ جانتا ہے تمہیں کسی اشتہار کی کسی اخبار کی کسی پراپیگنڈے کی' وہاں تک خبر پہنچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں اس میں اس طرح کے وسائل بھی اختیار کرنا پڑتے ہیں کہ یہ بات ان تک پہنچے۔ فرمایا! اس بے نیاز کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام میں جبر نہیں ہے کسی کافر کو بھی بنوک شمشیر مسلمان نہیں کیا جا سکتا

ایرانیوں کے خلاف ایک جہاد میں ایک سپاہی کے ہاتھوں ایران کا ایک شہزادہ قتل ہوا جس نے بڑا قیمتی تاج پہن رکھا تھا۔ سونے کا بنا ہوا' جواہرات جڑے ہوئے تو سپاہی نے اٹھا لیا کہ کوئی کافر اٹھالے گا یا گھوڑوں کے پاؤں تلے روندا جائے گا اور بھاگتا ہوا سالار لشکر کے پاس گیا اور انہیں دیا کہ جی یہ تاج ہے اس شہزادے کا اور یہ بہت قیمتی ہے یہ رکھ لیجئے تو وہ بڑے حیران ہوئے کہ عرب کے مفلس خانہ بدوش اور چور اور ڈاکو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ کروڑوں روپے کی چیز اٹھا کر مجھے دے کر جا رہا ہے تو وہ واپس لڑائی کی طرف بھاگا تو انہوں نے کہا کہ رک جاؤ مجھے بتاؤ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میں جس کے لئے لڑ رہا ہوں وہ جانتا ہے۔ میں جس کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترا ہوں اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے وہ جانتا ہے۔

فرمایا تم جو کرو وہ کسی سے شاباش لینے کے لئے نہیں کسی پراپیگنڈے کی خاطر کسی تک بات پہنچانے کے لئے نہیں۔ تم اللہ کے لئے کرو وہ تمہارے ایک ایک عمل ایک ایک سوچ ایک ایک ارادے کو جانتا ہے اور اسی نے اس کا اجر دینا ہے۔

اللہ کریم مسلمانوں کو مسلمانوں کے کردار کو ہم سب کو ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اور یہ توفیق دے کہ ہم اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیں کہ اسلام حق ہے۔ اسلام ہی کو حکومت کا حق ہے' اسلام ہی اس قوم کا مقدر ہے۔ جہاں جہاں مسلمان نہیں ہیں وہاں بھی انصاف صرف اسلام فراہم کر سکتا ہے کافر کا قانون کافر کو بھی انصاف فراہم نہیں کرتا۔

میں اگلے دن امریکہ کے ججوں کی بات سن رہا تھا۔ جو ان کے ٹیلی ویژن پر آ رہی تھی ایک وکیل نے جج سے کہا کہ جناب میرا سوال صرف انصاف کا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے موکل کو اس عدالت سے انصاف ملے تو اس کافر جج نے اسے کہا کہ دیکھو انصاف دینا عدالت کا کام نہیں ہے عدالت قانون کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور ہے اب وہ انصاف ہے یا نہیں اس بات کا جائزہ قانون کو لینا چاہئے کہ وہ بندے کو انصاف فراہم کرتا ہے یا نہیں۔ یعنی عدالت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ قانون کی حد سے باہر جا کر انصاف فراہم کرے۔ عدالت نے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اگر میں فیصلہ قانون کے مطابق نہ کروں تو میرا گریبان پکڑنا لیکن اگر تمہیں انصاف نہ ملے تو اس کا ذمہ دار میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہوں تمہارے ملک کا قانون ہے۔ کتنی خوبصورت بات اس نے کی۔ ہم اپنی عدالتوں میں دیکھتے ہیں جہاں اب اسلام نہیں ہے کیسے انصاف ملتا ہے۔

ایک چھوٹا سا قانون وراثت چوہدری محمد علی نے غالباً جب وہ وزیراعظم تھے ۱۹۵۶ء میں تو وراثت کا قانون ”شرعی“ کردیا نیک لوگوں سے مجھے شکوہ ہے کہ ان میں 99.9 فیصد لوگ بزدل ہوتے ہیں پتہ نہیں نیکی کے ساتھ یہ بزدلی انہوں نے کہاں سے نتھی کرلی ہے اور کام نہ کرنے کو ورع وتقویٰ کیسے سمجھ لیا ہے انہوں نے۔ وہ جب مقابلہ آیا تو وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دے کر چلے گئے پیچھے کوئی اور بدمعاش وزیراعظم بن گیا بھئی تم کیوں استعفیٰ دیتے ہو؟ لڑو جب تک جو ہو سکتا ہے وہ تو کرو۔ نکال دیں گے تو استعفیٰ دینے سے بھی نکل ہی رہے ہو۔ نکال دیں گے تو نکل جاؤ لیکن کوئی تمہارے خلاف موومنٹ تو لائے گا' کچھ تو اس کا کچھ اثر تو بعد میں بھی ہوگا' کوئی تو کہے گا کہ انہوں اچھے آدمی کو زبردستی نکال دیا۔ شاید اس کا کوئی ردعمل ہو وہ استعفیٰ دے کر چلے گئے' پیچھے یار لوگ موجیں کرنے لگے۔

تو یہ ایک بھلا کام وہ کر گئے۔ اب ۵۶ء سے لیکر ۲۰۰۰ء تک زمیندار کوشش کرتے ہیں کہ وہ بیٹیوں کو حصہ نہ دیں' بھائی بہنوں سے اپنے نام منتقل کروالیتے ہیں' ہیرا پھیریاں کرتے ہیں لیکن قانون تو انہیں دے دیتا ہے نا' کم از کم ملکی قانون جو ہے وہ تو باپ کے مرنے پر وراثت شرعی طور پر تقسیم کر دیتا ہے نا۔ اگر قانون ہی نہ دیتا تب ۔۔۔۔ اگر اکثر نہیں دیتے تو ایسے بھی بہت سے ہیں جو دیتے ہیں۔ ایسے بھی بے شمار لوگوں کو میں جانتا ہوں جو واقعی دیتے ہیں اور پورا پورا حصہ دیتے ہیں۔ اب ایک غریب آدمی ہے ہمارے گاؤں کا اس نے یہاں زمین بیچی نو لاکھ کی اس نے بہنوں کو' جو بہن مرگئی تھی اس کی اولاد کو' اپنے بیٹی بیٹوں کو جتنا جتنا حصہ کسی کو آتا تھا اس نے سب کو تقسیم کر دیا۔ اب بھی ایسے لوگ ہیں لیکن اگر نہیں بھی دیتے تو قانون تو دے دیتا ہے۔ پھر جو چھینتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور اگر قانون ہی نہ دیتا ہو تو پھر کون دیتا۔ دو سو سال انگریز کے قانون میں سو سال قانون نے نہیں دیا۔ کس نے دیا؟ یا کسی کو یاد بھی تھا کہ ان کا بھی کوئی حصہ ہوتا ہے؟

تو عدل کا قیام یہ ہے کہ وہ مشینری وہ ادارہ وہ

دین میں جبر نہیں ہے۔ دین مکلّف ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ بے نماز کی سزا پائے' جو روزہ نہیں رکھتا اس کی فقہ میں جو سزا ہے وہ پائے۔

جو قوت نافذہ ہے اسے مسلمان کیا جائے اسے اسلام کا پیروکار بنایا جائے تاکہ دنیا پر عدل قائم ہو اور بغیر اسلام کے عدل کا کوئی تصور نہیں۔ ایک ہی بات کے متعلق دو تین چار فیصلے کئے جائیں تو سارے درست نہیں ہوتے' ایک درست ہوگا باقی سارے غلط ہوں گے۔ اسی طرح ادیان عالم میں اسلام ایک دین حق ہے۔ دنیا کے قوانین میں اسلام کا قانون حق ہے عدل ہے اور اس کے علاوہ کسی قانون میں کہیں عدل نہیں بلکہ ان کا دانشور اور پڑھا لکھا طبقہ خود کہتا ہے اور اگر عدل ہوتا تو روزانہ کیوں آئین اور دستور اور قانون کی شقیں تبدیل ہوتیں؟

اس ظلم کے ذمہ دار ہیں ہم اللہ معاف کرے جو ہم آدھے مسلمان ہیں اور آدھے نہیں ہیں نیم دلی سے بیزاری سے معذرت خواہانہ سا ہمارا اسلام ہے ہمیں اپنے آپ کو مسلمان کہنے میں بھی تھوڑی سی جھجک محسوس ہوتی ہے جب کہ اس روشنی کے زمانے میں بھی ہندو بت کی پوجا کا بندروں کی پرستش کا جانوروں کی پرستش کا اور سانپوں کی پوجا کا پرچار برسرعام کررہا ہے ہمیں اللہ کا نام لیتے ہوئے جھجک آتی ہے خود کو مسلمان کہلاتے ہوئے جھجک آتی ہے۔ ہمارے حکمران اس بات سے ڈرتے ہیں اور وہ اعلان کرتے ہیں اب تارڑ صاحب جیسے پارسا لوگ بھی کہتے ہیں جی میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔ یہ بنیاد پرستی کیا ہوتی ہے مسلمان تو خدا پرست ہے یہ بنیاد پرست تو مغرب نے ایک لفظ ایجاد کیا ہے کہ مسلمان شریعت کا اتباع کرے تو وہ بنیاد پرست اور یہ نامراد آج اس دور میں بھی بجلی کی روشنی میں موم بتیاں جلا کر اور کاغذ کے کپڑے پہن کر وہ سارا حلیہ بنا کر صلیب کو دھونیاں دیتے پھرتے ہوں تو یہ نہ قدامت پسندی ہے نہ بنیاد پرستی۔ ان کے گرجا گھروں میں جو رسومات ادا ہوتی ہیں وہ عہد جاہلیت کی یاد تازہ کر دیتی ہیں وہ قدامت پسندی بھی نہیں اور بنیادی پرستی بھی نہیں۔ وہ اسلام جس کا ہر عمل صاف ستھرا اور قابل تقلید اور خوبصورت ہے' جس کی ہر ادا میں ایک حسن ہے ایک لطافت ہے۔ لیکن کیا کریں اغیار کے طعنوں کو تو تب روکیں جب ہمارا اپنا دل اس پر قائم ہو اگر ہم خود ہی قائم نہ ہوں تو کسی کو کیا روکیں گے۔

اللہ کریم ہماری کوتاہیاں درگزر فرما کر ہمیں توفیق ارزاں فرمائے کہ ہم عدل کے قیام میں معاون ثابت ہوں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلام شیخ

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گرد سفر' نشان منزل' متاع فقیر' آس جزیرہ' دیدہ تر' کونسی ایسی بات ہوئی ہے اور سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

رہزن ہو تو لوٹا نہیں آج تلک کیوں؟
"رہبر ہو تو منزل کا پتا کیوں نہیں دیتے"

اک آس ملن کی ہے دل زار میں ہر دم
شعلہ سا لپکتا ہے بجھا کیوں نہیں دیتے؟

یا حسن کی خیرات سے بھر دیں مری جھولی
یا در سے مجھے آپ اٹھا کیوں نہیں دیتے؟

کہتے ہیں خدا سنتا ہے ہر ایک کی فریاد
تم اس کو دل زار صدا کیوں نہیں دیتے

مر جانے دو بیمار محبت کو مسیحا
یا وصل کی تم اس کو دوا کیوں نہیں دیتے؟

اس چاند کا چرچا ہے سر محفل عشاق
پردے کو ذرا رخ سے ہٹا کیوں نہیں دیتے؟

جو دن کے اجالے میں تمہیں آیا ہے ملنے
تم قصہ شب اس کو سنا کیوں نہیں دیتے؟

جب آگ لگائی ہے تو جل جانے دو سب کچھ
پھر اپنے ہی دامن سے ہوا کیوں نہیں دیتے؟

سیماب تڑپتا ہے تو بن جاتے ہیں قصے
دیوانے کو بستی سے اٹھا کیوں نہیں دیتے؟

(دار العرفان)

سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

حضرت اللہ یار خان کی فرمائی ہوئی قیمتی باتوں اور تصنیف کردہ کتب سے اقتباس اس عنوان کے تحت شائع کیے جاتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں سے بھی التماس ہے کہ حضرت جی کی فرمائی ہوئی باتیں اور واقعات لکھیں تاکہ المرشد کے قارئین بھی مستفید ہو سکیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

سمجھ لو وسوسہ سے نہ نقصان ولایت ہے نہ نقصان مال، بس ولایت اور وسوسہ میں کوئی منافات نہیں وسوسہ بھی ہوتا رہتا ہے اور ولایت بھی قائم رہتی ہے۔

حضرت آدم کو وسوسہ ہوا جو اللہ کے نبی تھے۔ وسوسہ صرف پریشانی قلبی ہے۔ دوسرا جس گھر میں دانہ نہ ہو اس گھر میں کیڑے بھی داخل نہیں ہوتے۔ وسوسہ صاحب خزانہ کو ہوتا ہے ہمیشہ چور اور ڈاکو وہاں ہی چوری اور ڈاکہ ڈالتا ہے جہاں مال ہوتا ہے۔ جب لطائف میں انوار پیدا ہوتے ہیں انوار کا خزانہ پیدا ہوا تو ابلیس ملعون جو چور اور ڈاکو ہے اس کے پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے کہ میں اس مکان میں نقب زنی کر کے مال نکالوں۔ انوار لطائف سے اول باطن میں اندھیرا تھا اور ابلیس چور خوب چوری کرتا رہتا تھا اب اندر انوار کی روشنی پیدا ہوئی۔ ذکر الٰہی کے نور سے پھر لطائف کے ذکر اللہ اللہ کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ اب چور پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تو وہ ہر طرح کے حیلے سے کام لیتا ہے۔ جس سالک نے سمجھ لیا کہ میرا دشمن ہے یہ ہم سے لوٹنا چاہتا ہے تو پھر وسوسہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ ذکر پر ڈٹا رہتا ہے۔ صوفیا و عارفین کی جماعت 500 ھ کے آخر سے شروع ہو کر 1000 ھ کے آخر تک کافی تعداد میں ہر طرف رہی۔ ان کا زور تھا صلحائے امت کی جماعت حد سے زائد تھی۔ 400ھ تک تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے اور پھر ان کے خاتمے پر یہ جماعت اولیاء اللہ کی رب العالمین نے پیدا کی۔ کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے اکثر 500ھ سے 1000ھ تک کے مابین ملتے ہیں ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے وہ بھی اس زمانے کے ہیں پھر 1000 ھ کے بعد بہت کم رہ گئے پھر چودھویں میں تو خدا ہی حافظ ہے۔ صرف وہ اندر ہی رہ گئے ہیں۔ دوکاندار صوفیا تو بے حد ہیں۔ جو رنگ نما رنگ فروش ہیں رنگ ساز کوئی نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ زمین کو خالی نہ چھوڑے گا یہ حضرات ایک یا دو یا کئی زمین پر رہتے ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو کسی وقت جس طرح بارش رحمت برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت برستی ہے جس کا محل بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے ان کی حالت جس طرح انبیاء علیہ السلام کی ہوتی ہے کوئی اولو العزم کوئی رسول کوئی صرف نبی اولا العزم رسول صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ رسول بھی دیر بعد پیدا ہوئے۔ انبیاء علیہ السلام ہر زمانے میں آتے رہتے ہیں ان کے خاتمے پر جب رسول خدا کی بعثت سے ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی۔ اور وصول رسول کے بعد زمین سخت روئی جیسا کہ قاضی عیاض کی شفاء فی حقوق المصطفی اور اس کی شرح مولا علی قادری نثر میں ہے۔ اور نسیم الریاض علامہ شہاب حقانی میں مذکورہ ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں زمین پر صدیق پیدا کروں گا اور قطب وحدت پیدا کروں گا اور افراد پیدا کروں گا۔ قیوم اور قطب پیدا کروں گا، کوئی قطب ارشاد ہوگا، کوئی قطب مدار ہوگا، کوئی قطب الاقطاب ہوگا، کوئی قطب ابدال ہوگا اور ابدال بھی ہوں گے جو قطب ابدال کے چپڑاسی ہوں گے ان سے زمین کو خالی نہ چھوڑوں گا یہ حضرات جو ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو بھی فیوضات سب اونچی ہستی سے ملتے ہیں اور صدیق ہو تو جو آج موجود نہیں۔ صدیق سے نیچے جاتا ہے۔ اگر قطب وحدت موجود ہو تو تمام کو اس سے فیض ملتا ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر افراد کی وجہ سے ملتا ہے اگر یہ نہ ہو تو قیوم کی وجہ سے ملتا ہے اگر قیوم نہ ہو تو غوث کی وجہ سے قیوم اور افراد۔ قطب و وحدت اور صدیق یہ نہیں ہیں صدیوں بعد خدا تعالےٰ پیدا کرتا ہے یہ اولوالعزم کے نائب ہیں اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ بیٹا خدا کا شکر ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

پریشان شد خواب من از کثرت تعبیرہا

صاحب حال وہ شخص ہوتا ہے جو حالات کے تھپیڑے کھا کر بدلتا نہیں بلکہ حالات کو بدلنے پر مجبور کر دیتا ہے

سالانہ اجتماع دار العرفان مورخہ 2000-7-25 کے موقع پر امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب

قرآن حکیم نے زندگی کی جو تقسیم فرمائی ہے اور موت و حیات کا جو تصور دیا ہے وہ اس سے یکسر الگ ہے جو دنیا یا اہل دنیا سوچتے ہیں۔ قرآن حکیم نے زندگی اسے قرار دیا ہے جسے اہل دنیا یا اطبا، یا ڈاکٹرز یا میڈیکل سائنس موت کہتی ہے۔ جسے عام آدمی موت کہتا ہے۔ اسے آخرت کے نام سے حقیقی زندگی قرار دیا ہے اور جسے میڈیکل سائنس یا عام آدمی حیات کہتا ہے اگر یہ زندگی اس اخروی زندگی کو بنانے کے کام آ رہی ہے تو پھر یہ اس کا حصہ ہے تو پھر یہ بھی زندگی ہے۔ اگر یہ زندگی اس زندگی کو بگاڑنے کے کام آ رہی ہے تو پھر یہ حیات، حیات نہیں یہ موت ہے۔ قرآن کی نظر میں یہ زندگی جو ہم جی رہے ہیں اگر اس پر حقیقی زندگی کی تعمیر ہو رہی ہے۔ آخرت اس سے سنور رہی ہے، رضائے الٰہی حاصل ہو رہی ہے، جو مقصد حیات ہے تو یہ چونکہ مقصد پہ صرف ہو رہی ہے اس لئے یہ بھی حیات ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ درمیان سے موت کا پردہ ہٹ جاتا ہے، جس طرح فرمایا گیا!

کہ اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں مرتے نہیں یہ قرآن حکیم کے اس تصور کی تعبیر ہے یا اس عقیدے کی تعبیر ہے یا اس ارشاد کی تعبیر ہے جو فرمایا

ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات

یہاں موت کی وہ شدید ترین صورت بیان ہوئی ہے۔ طبعی طور پر کئی مرتبہ تو شبہ رہ جاتا ہے کہ شاید زندہ ہو گا شاید (coma) کومے میں چلا گیا ہو گا اور دل کی حرکت بند ہو گئی ہو گی لیکن ممکن ہے زندہ ہو اور کئی ایسے لوگ دفن ہو جاتے ہیں جو کومے میں ہوتے ہیں پتہ لگتا ہے مر گیا ہے دفن ہو جاتے ہیں ایسے واقعات سے طب کی تاریخ بھری پڑی ہے لیکن جو قتل ہوتا ہے جس کی گردن کٹ گئی سر جدا ہو گیا جس کے دھڑ کے پرخچے اڑ گئے اس میں تو کوئی شبے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ یہ مر چکا قرآن فرماتا ہے

اگر یہ قتل کا عمل راہ حق میں اس پہ وارد ہوا، تعمیر آخرت میں وارد ہوا، حصول رضائے باری کی کوشش میں اللہ کی راہ میں وارد ہوا لمن یقتل جس پر قتل کا عمل وارد ہوا، جس کے بدن کے پرخچے اڑ گئے جس کا سر تن سے جدا ہو گیا جس کا خون بہہ کر زمین میں جذب ہو گیا اسے مردہ مت کہو اس لئے کہ وہ زندہ ہے یہ اس کی جو زندگی تھی وہ اخروی زندگی کی تعمیر کے کام میں آ گئی تو دونوں زندگیوں کے درمیان سے موت ہٹ گئی۔ وہ زندہ ہی ہے یہاں بھی زندہ تھا وہاں بھی زندہ ہے ہاں اس نے گھر بدل لیا۔ عالم بدل لیا، دنیا میں زندہ تھا اب برزخ میں زندہ ہے، کل قیامت کو روز حشر زندہ ہو گا تو زندہ ہی زندہ ہر اس مقام پہ جا رہا ہے۔

> **اسلام کسی شعبدہ بازی کے حصول کا نام نہیں ہے اسلام براہ راست جمال ذات باری تعالیٰ سے مستفید ہونے کا نام ہے**

زندگی کا تصور یہ ہے کہ وہ آخرت کی تعمیر کرے۔ لیکن کیا آخرت کی تعمیر زندگی کو بے مزہ کرنے میں ہے؟ کیا باکل نہ سونے میں ہے؟ کیا خراب لباس پہننے میں ہے؟ بھوکا رہنے میں ہے؟ آخرت کی تعمیر سے کیا مراد ہے؟ یہ وہ نقطہ ہے جو آج ہماری نظروں سے اوجھل ہے

پریشان شد خواب من ز کثرت تعبیرہا

کسی نے کہا تھا کہ میرا خواب تعبیر کرنے والوں کی بے شمار تعبیروں کی وجہ سے پریشان ہی ہو گیا مجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اصل بات کیا ہے۔

ہم نے جو تعبیریں کی ہیں اس عہد میں آ کر جو سلف

www.naqshbandiaowaisiah.com

صالحین کے پاس نہیں تھیں انہی تعبیروں نے ہمیں اصل مقصد سے ہٹا دیا ہے۔ اسلام اس زندگی کو خراب کر کے آخرت کی تعمیر نہیں کرتا بلکہ اس زندگی کو بھی خوبصورت کر کے اس پر آخرت کی تعمیر کرتا ہے۔ بھوکا رہنے کا حکم نہیں دیتا وہ کہتا ہے کلو وا شربوا کھاؤ پیؤ لیکن حلال جائز اور من الطیبات صرف حلال نہ ہو طیب بھی ہو۔ یعنی اگر آپ حلال کماتے ہیں اور پھر اس میں ناپاکی شامل نہیں ہونے دیتے تو کھانے میں کوئی حرج نہیں اچھا کھاؤ، اچھا لباس پہنو۔ بلکہ مفسرین کرام اور علمائے حق نے یہ جو آیۃ کریمہ ہے

واما بنعمته ربك فحدث

اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدمی کا حلیہ اس کا لباس اس کی رہائش اس کی حیثیت کا پتہ دے۔ یہ بھی اللہ کا شکر کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ الحمدللہ، اللہ کا اس آدمی پہ اتنا احسان ہے ہم نے یہ سمجھ لیا کہ بھوکا رہنا دین کی بڑی خدمت ہے، پیاسا رہنا دین کی بڑی خدمت ہے یہ بھوک پیاس یا گوشہ نشینی غیر اسلامی مذاہب نے ایجاد کی تا کہ دماغی قوت کو یکجا کر کے اس سے شعبدہ بازی حاصل کرنے کی طاقت حاصل کریں اب بھی یہاں اس کے کچھ آثار ملتے ہیں یہاں کے ہندو نیچے نالے میں یہاں پانی بہتا ہے وہاں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی بناتے تھے جس میں آدمی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چل کر داخل ہوتا اور اندر صرف بیٹھ سکتا تھا لیٹ نہیں سکتا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ وہ چند دانے اناج کے یا چند دانے سوگی کے یا کچھ تھوڑی سی غذا لے کر اس میں مہینے ڈیڑھ مہینے دو مہینے کے لئے بند ہو جاتے تھے۔ اب ایک بوتل میں پانی ہے ایک گھونٹ چوبیس گھنٹوں میں پینا ہے گنتی کے دانے ہیں اتنے دانے چوبیس گھنٹوں میں کھانے ہیں۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟

اس سے یہ ہوتا تھا کہ قویٰ مضمحل ہونا شروع ہو جاتے دماغ کی جو سوچیں ادھر ادھر پھیلتی ہیں وہ سمٹنے لگ جاتیں اور بالآخر ایک جگہ پہ ساری سوچیں مرتکز ہو جاتیں یعنی وہ محض ارتکاز توجہ کی ایک کوشش ہوتی تھی وہ ایک جگہ مرتکز ہو جاتی تو ایک روشنی سی ایسی دماغ میں وارد ہو جاتی کہ جو کچھ دنیا پہ وقوع پذیر ہو رہا ہے برزخ نہیں دیکھ سکتے تھے عالم بالا نہیں دیکھ سکتے تھے فرشتہ اور روح نہیں دیکھ سکتے تھے جو کچھ دنیا پہ وقوع پذیر ہو رہا ہے جس طرح آج کی مشین ایک کیمرہ امریکہ میں دیکھتا ہے وہ ہوا کے دوش پہ سوار ہمارے ٹیلی ویژن میں آ جاتا ہے گیم ہو رہی ہوتی ہے افریقہ میں اور لوگ یہاں بیٹھے کرکٹ کا تماشہ دیکھ رہے ہوتے ہیں اپنے ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہوتا ہے شارجہ سے لوگ یہاں بیٹھے ہوتے ہیں تو اس طرح سے وہ واقعات عالم کہیں ہو رہے ہوتے ہیں اس میں وہ تصور جو کبھی ہو چکا یا کبھی ہوگا یا ہو رہا ہے جو مادی ذرائع سے جانا جا سکتا ہے جہاں تک مادی ذرائع کی رسائی ہے جو دوربین سے دیکھا جا سکتا ہے جو کیمرے سے دیکھا جا سکتا ہے جو ٹیلی ویژن سے دیکھا جا سکتا ہے اس طرح کی چیزیں انہیں نظر آ جاتی ہیں۔ عام آدمی کے لئے وہ بڑی عجیب بات ہوتی تھی کہ جی سال پہلے کی بات بتا دی سال بعد کی بات بتا دی یا جو واقعہ باہر ہوا تھا اس کا علم نہیں تھا اس نے بتا دیا یہ کمال حاصل کرنے کیلئے وہ محنت کرتے تھے۔

لیکن اسلام کسی شعبدہ بازی کے حصول کیلئے نہیں ہے اسلام ہے براہ راست جمال ذات باری کے وصال کیلئے جمال ذات باری کے حصول کے لئے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور اسلام بھوکا پیاسا رہنے کی بجائے مناسب غذا کھانا۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کھانے لگو تو دو لقموں کی بھوک رکھ لیا کرو۔ اچھا کھاؤ بہتر کھاؤ آج بھی کسی طبیب سے جو واقعی طب جانتا ہو آپ پوچھیں ہزاروں بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو تھوڑی سی بھوک رکھ لیں۔ میں اگلے دن پڑھ رہا تھا بہت سے امراض کا علاج یہ ہے کہ پانی کھانے کے دو گھنٹے بعد پیو، کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیا کریں۔ چونکہ جو کچھ آپ نے غذا کھائی ہے اس پہ آپ پانی انڈیلتے ہیں تو وہ ایک عجیب ملغوبہ سا بن جاتا ہے جسے ہضم کرنے میں

جس لباس میں آپ لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے اس لباس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہو گی

معدے کیلئے مصیبت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سارے پانی کو گرم کرے اس سارے کو بوائل کرے پھر غذا کی باری گرم ہونے کی آتی ہے معدے کی ہیٹ اور گرمی ہوتی ہے جو اسے حل کرتی ہے تو جب ہم ٹھنڈا پانی دو گلاس اوپر سے انڈیل دیتے ہیں تو اس کا ہاضمہ مشکل ہو جاتا ہے اور آج کی اکثر بیماریاں یہ گیس ہو گئی جی پیٹ آپھر گیا جی ابکائیاں آتی ہیں جی ڈکار آتے ہیں ان سب کا اکثر کا

سبب یہ ہوتا ہے کہ کھانے کے اوپر فوراً پانی کے دو گلاس انڈیل لیتے ہیں جو معدے کو مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔تو سنت بھی ہے کہ کھانے سے پہلے پانی پیو یا درمیان میں پی لو تا کہ اوپر سے پھر آدھا کھانا جائے اور وہ نارمل ہو جائے اور اگر درمیان میں نہیں پیا تو گھنٹہ ڈیڑھ کھانے کو ہضم ہونے دو پھر پانی پی لیں آج بے شمار امراض کا علاج یہ بتایا گیا گویا اسلام صحت و سلامتی عزت و آبرو شرافت کے ساتھ خوبصورت زندگی گزارنے کا نام ہے۔

جنگل میں کسی چڑیا کے انڈے اگر گیڈر کھا جاتا ہے تو وہ بھی کسی انسان کے کردار کی نحوست ہوتی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بڑا سخت وقت بھی آیا۔ بہت افلاس بھی آیا، پھٹے ہوئے کپڑے بھی پہنے، روکھے ٹکڑے بھگو کر بھی کھائے لیکن انہی لوگوں پر وہ وقت بھی آیا کہ وہ ارب نہیں کھ ب پتی ہو گئے وہی لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عہد نبوی علیہ الصلوۃ و السلام میں بے ہوش ہو گئے گلی میں عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ کوئی بے ہوش ہو جاتا تو یہاں کوئی رگ جو ہے اس پہ پاؤں رکھ کر دباتے تو آدمی کو ہوش آ جاتا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں ادھر سے اور سامنے وہ بے ہوش پڑے ہیں آپ ﷺ کے خادم جو ساتھ تھے کسی نے بھاگ کر ان کی گردن پہ پاؤں رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ بھوک سے بے ہوش ہے تمہارے پاؤں رکھنے سے اسے ہوش نہیں آئے گا اسے اٹھا لو اور کچھ ہے کھانے کو تو اسے دو۔ایک دودھ کا پیالہ کسی نے پیش فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پیو وہ دودھ انہوں نے پیا دودھ کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ پھر وہ سارے اہل مجلس نے پیا اور پیالہ ختم نہیں ہو رہا تھا تو وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب وہ مدینے کے گورنر تھے تو ان کے حصے میں بھی وہ قالین آئے جو کسریٰ کے محل سے غنیمت میں آئے تھے وہ فرماتے تھے کہ میرا پاؤں ٹخنوں تک قالین میں دھنس جاتا تھا اور پھر میں خود سے کہا کرتا تھا کہ بخ بخ ابوھریرہ تو وہی ہے جو گلی میں بھوک سے بے ہوش پڑا تھا یعنی یہ نہیں کہ انہوں نے خوبصورت زندگی نہیں اپنائی یا وہ قالین باہر پھینک دیا وہ قالین انہوں نے گھر میں بچھائے وہ قالین استعمال کیے بیش قیمت کپڑے پہنے ۔مدینہ منورہ کے گورنر بھی تھے لیکن ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی تھے محمد رسول اللہ ﷺ کا خادم جو کچھ بھوک اور افلاس میں تھا وہی امارت اور تونگری میں تھا اسلام کا حسن یہ نہیں ہے کہ ہم اچھا لباس یا اچھی زندگی چھوڑ دیں اسلام کا حسن یہ ہے کہ کردار ہمیشہ اچھا رہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے اندر رہے۔ افلاس ہو یا تونگری محکوم ہو یا حاکم، رعیت ہو یا بادشاہ بن جائے وہ بدلے نہیں۔ مسلمان حالات کا غلام نہیں ہوتا اللہ کا غلام ہوتا ہے اللہ کے دین کا غلام ہوتا ہے حالات کو مسلمان بدلا کرتا ہے حالات کے ساتھ بدلنا شروع ہو جائے تو اس کا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ جلوہ افروز تھے۔ ایک صحابی حاضر ہوئے داڑھی پریشان بال بکھرے ہوئے تھے لباس اچھا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو میں مانتا ہوں اسلام پہ مفلسی ہے آپ لوگوں کے پاس کچھ نہیں لیکن یہ داڑھی کو صاف ستھرا کر کے، دھو کر با ترتیب کرنے پہ کچھ خرچ آتا ہے؟ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ دیکھنے میں بھلے لگو۔صحیح لگو اس پہ تو کوئی خرچ نہیں آتا اسے تو مفلسی نہیں روکتی کپڑا پھٹا ہوا ہے تو اسے سینے سے اس پہ سوئی دھاگے سے مرمت سے تو مفلسی نہیں روکتی۔ اسے دھو کر میل نکالنے سے تو افلاس نہیں روکتا قیمتی نہ ہو صاف ہو پاک اور صاف ہونا شرط ہے۔

یہ زندگی صرف پیٹ بھرنے اور جمع کرنے کے لئے نہیں بلکہ تعمیر آخرت کے لئے ہے

بلکہ ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ جس لباس میں آپ لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے اس لباس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہو گی یعنی کوئی ایسا لباس جو میں نے پہن رکھا ہے ملاقاتی آ جائے کہ جی ٹھہرو مجھے کپڑے بدلنے دو پھر اس سے ملتا ہوں تو ایسے لباس میں نماز بھی صحیح نہیں ہو گی اللہ سے ملنے کے لئے جو لباس موزوں ہے سب سے ملنے کے لئے موزوں ہے اور یا جو موزوں سمجھتے ہو وہی پہنو فرمایا

خذوا زینتکم عند کل مسجد

ہر نماز کے وقت اپنا لباس صاف ستھرا جو زینت کے زمرے میں آئے۔ یہ کیا پھٹی ہوئی ٹوپی مسجد میں پڑی ہے، پٹھوں کی کالی سیاہ میل سے نماز کے وقت

www.naqshbandiaowaisiah.com

سر پہ پہن لی تو اس کے بغیر پڑھ لو بھائی ننگے سر پڑھ لو اس ٹوپی جتنی مکروہ نہیں ہوگی۔ یہاں بھی کسی نے دو بوری ٹوپیاں رکھی تھیں میں نے اٹھوا کر تنور میں ڈلوا دیں حالانکہ ابھی نئی تھیں میں نے کہا تنور میں ڈال دو جسے نماز پڑھنی ہے وہ مکمل لباس لے کر آئے اگر سر پہ کچھ نہیں رکھتا تو ننگے سر پڑھے بس ٹھیک ہے اللہ جانے اس کا بندہ جانے۔ اگر کسی کے پاس سر ڈھانپنے کو کچھ نہیں ہے تو ننگے سر نماز پڑھنا اس نماز سے بہتر ہے جو ہم رومال باندھ لیتے ہیں عورتوں کی طرح یا پھٹی ہوئی ٹوپی پہن لیتے ہیں اگر ننگے سر آپ سمجھتے ہیں کہ مناسب نہیں ہے تو اپنے سر پہ ٹوپی لیکر آئیں اپنے سر پہ پگڑی لے کے آئیں اپنا سر ڈھانپ کے آئیں۔ یعنی وہ ٹوپی جسے سلام پھیرتے ہی اتار کے رکھ دیتے ہیں کہ یہ تو بڑی بھدی لگ رہی ہے میلی ہے پھٹی ہوئی ہے پھٹوں کی ہے اسے پہن کر بازار نہیں جا سکتے، سڑک تک نہیں جا سکتے وہ پہن کر رب العلمین کے حضور کیوں جاتے ہیں تو اسلام حسن معاشرت سے شروع ہوتا ہے۔ حسن معاشرت یہ ہے کہ آپ اپنے حقوق حاصل کریں جو اللہ نے آپ کو زندہ رہنے کے لئے دیئے ہیں اور دوسروں کے حقوق ان کو دیں اور اگر کہیں نہ دینے کی بات آئے تو اپنے حقوق معاف کریں دوسروں کے غصب نہ کریں یعنی ایسی خوبصورت بات ہے کہ آپ اپنا حق تو معاف کر سکتے ہیں دوسرے کا دبا کر رکھنے کے مجاز نہیں ہیں دوسرے کا حق اسے ادا کریں تو آج ہم نے یہ سمجھ لیا کہ جی سفر کر لو ایک چلہ تبلیغ پہ لگا لو یا ایک چلہ دارالعرفان میں آکر لگا لو یا صبح شام ذکر کر لو تو باقی جو کچھ کرتے رہو اللہ معاف کرنے والا ہے۔ پھر ان چلوں کا کیا فائدہ تبلیغ پہ چلہ لگانے کا مقصد تو یہ ہے کہ رات دن آپ سفر میں حضر میں صرف اللہ کا کام کر رہے ہیں تاکہ باقی زندگی میں اللہ ہی کا کام کرنے کی عادت ہو جائے اور اگر یہ حاصل نہیں ہے تو پھر تو آوارہ گردی ہے وہ عبادت تو نہیں ہے ایک اصول یاد رکھیے کہ جس مجاہدہ سے ہماری اپنی اصلاح نہیں ہوتی اس سے ہم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکیں گے؟ اگر ہم تبلیغ پہ چلہ لگاتے ہیں اور جیسے تھے ویسے واپس آجاتے ہیں معاملات وہی ہیں کردار وہی ہے زبان وہی ہے، لوگوں کے ساتھ تعلقات وہی خراب کے خراب ہیں اور ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ایک چلے سے میرا بیلنس ہو گیا پہلی خطائیں تو معاف ہو گئیں اب نئی کریں گے پھر چلہ لگا کر معاف کرا لیں گے یہ اسلام نہیں ہے۔ وہ چلہ نہیں لگا بلکہ ہم نے چالیس دن اور ضائع کر دیئے اور جو شخص دوا سے بھی صحت یاب نہ ہو تو اندازہ لگائیں اس کا مرض کتنا شدید ہوگا۔ یہ چلہ تو علاج تھا دوا تھی اگر اس سے بھی ہم صحت یاب نہیں ہوئے تو یہ اور بھی فکر کی بات ہے۔ اسی طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ یہ جو فرائض ہیں اور یہ جو ارکان دین ہیں یہ سارے دوا ہیں، علاج ہیں۔ پانچ نمازیں اسی لئے فرض ہیں کہ ہماری اللہ کریم کے ہاں حاضری کا جو یقین اور ایمان ہے وہ قائم رہے اور تازہ ہوتا رہے دم بدم جس طرح روز حشر ہمیں پیش ہونا ہے اسی طرح دن میں پانچ مرتبہ اسی یقین اسی ایمان کے ساتھ پیش ہوں کہ اللہ کریم سامنے ہے اور میں اس کو سجدہ کر رہا ہوں میں اسے اپنی گزارشات پیش کر رہا ہوں

اور حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ تم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو وہ تمہارے روبرو ہے اور اگر یہ جرات نہیں پیدا کر سکتے تو کم از کم یہ یقین ضرور ہو کہ وہ تو مجھے دیکھ رہا ہے وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ علاج ہے دوا ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟ فرمایا!

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر

بے حیائی اور برائی سے بچنے کی دوا ہے۔ پنجگانہ نماز جو ہے یہ بے حیائی سے روک دیتی ہے اور برائی سے بھی روک دیتی ہے۔

اگر دوا بھی کھائے جا رہے ہیں اور بیماری بھی بڑھتی جا رہی ہے تو پھر یا تو مرض لاعلاج ہو گیا یا دوا صحیح نہیں کھا رہے یا پرہیز صحیح نہیں کر رہے۔ اگر ایک آدمی شوگر کا مریض ہے وہ دوائی کھاتا رہے ساتھ دس دس چمچے شوگر بھی کھاتا رہے تو دوائی کیا کرے گی؟ پرہیز بھی تو کرنی پڑے گی۔ یا تو ہم دوا صحیح نہیں کھا رہے ہماری نماز یا ہماری عبادت یا ہمارا عقیدہ کہیں نہ کہیں سے صحیح نہیں ہے یا ہمارا کرنے کا عمل صحیح نہیں ہے۔ خلاف سنت ہے اس میں بدعات شامل ہو گئی ہیں یا کہیں رسومات آگئی ہیں پھر کیا فائدہ ہوگا؟ فائدہ تو تب ہوگا جب دوا خالص ہے عقیدہ بھی صحیح ہے عمل بھی سنت کے مطابق ہے تو پھر بد پرہیزی ہوگی کہیں کوئی گڑبڑ تو ہے ورنہ ہر نمازی با کردار ہونا چاہئے اصولاً ہر وہ بندہ جو نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے وہ با کردار ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ نماز ہی تو تعمیر کردار کی دوا ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کی برکات ہیں ماہ بماہ صیام ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

سال کے لئے بیٹری چارج کر دیتا ہے باقی گیارہ مہینے آدمی میں ہمت آ جاتی ہے۔ ایک مہینہ اللہ شیطان کو قید کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنی جان بنالو پھر گیارہ مہینے اس کے ساتھ مقابلہ کرنا تو یہ جتنی عبادات ہیں یہ معاون ہیں زندگی کو خوشگوار بنانے میں۔ خوشگوار زندگی اس کی ہوتی ہے جو اپنے حقوق حاصل کرے اور دوسروں کے حقوق دوسروں تک پہنچانے کا سبب بنے۔ زندگی کے حقائق سے اسلام منہ نہیں موڑتا نہ خود دور جاتا ہے۔ اور نہ اپنے ماننے والوں کو دور لے کے جاتا ہے ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین کے اخلاص کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن ہمیں زندگی کا وہ پہلو کوئی نہیں بتاتا جب قیصر و کسریٰ کے سونے کے بنے ہوئے باغات اور دارا کے تاج جو جواہرات سے بنے ہوئے تھے۔ مدینے کی گلیوں میں چھینی اور ہتھوڑوں سے توڑ توڑ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین میں بانٹے تھے۔ یمن کے خزانے مدینے کے قبضے میں، کسریٰ کی دولت مدینہ منورہ کے قبضے میں اور قیصر کے خزانے مدینہ منورہ کے قبضے میں۔ بیت المال میں تو پانچواں حصہ جاتا تھا، چار حصے تو مجاہدین پہ تقسیم ہوتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین کو ان کے عہدے مرتبے اور مقام کیمطابق زیادہ ملتا تھا تو ارب پتی ہو گئے تھے یہ لوگ لیکن مزاج وہی تھے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر تھے مدینہ منورہ کے، اپنے گھر کے لئے لکڑیاں لینے نکل جاتے، بازاروں سے گزرتے، سر پر لکڑیوں کا گٹھا ہوتا اور کہتے گورنر کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ اپنے گورنر کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ دور سے آواز لگاتے تھے راستے سے ہٹ جاؤ۔ گورنر کو گزرنے دو۔ گورنر نے گٹھا اٹھا رکھا ہوتا تھا خود ہی صدا لگا رہے ہوتے تھے۔ یعنی اس عہدے نے یا اس دولت نے ان کے اس مزاج کو یا اس شخصیت کو تبدیل نہیں کیا۔

مسلمان صاحب حال ہوتا ہے۔

صاحب حال کی اصطلاح آپ نے سنی ہو گئی، صاحب حال وہ شخص ہوتا ہے جو حالات کے تھپڑے کھا کر بدلتا نہیں بلکہ حالات کو بدلنے پہ مجبور کر دیتا ہے قوت الہی، تائید ایزدی اس کے ساتھ اسطرح سے ہوتی ہے کہ حالات اس سے ٹکرا ٹکرا کر بدل جاتے ہیں وہ نہیں بدلتا۔ اسے کہتے ہیں صاحب حال۔

گورنر مدینہ ابو ہرہؓ نے خود ہی گٹھا اٹھایا ہوتا تھا اور خود ہی صدا لگا رہے ہوتے تھے

تو یہ ساری محنت، یہ ذکر اذکار، یہ مراقبات اس لیے نہیں ہیں کہ ہمیں زندگی کے حقائق سے دور کر دیں بلکہ یہ اس لیے ہیں کہ ہم زندگی کے حقائق کو سمجھیں اور اچھی خوبصورت زندگی گزاریں جو ہمارے لیے بھی مفید ہو، جو واقعی زندگی ہو، جو ہمارے اردگرد کے لوگوں کے لیے بھی مفید ہو، جو اللہ کی مخلوق کے لئے مفید ہو۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنگل میں کسی چڑیا کے انڈے اگر گیدڑ کھا جاتا ہے تو بھی کسی انسان کے کردار کی نحوست ہوتی ہے۔ انسان مکلف ہے جب ایک انسان کا کردار سدھرتا ہے تو اس کے اثرات پوری فضا میں جاتے ہیں، ماحول میں جاتے ہیں، بارشیں ہوتی ہیں، آبادیاں ہوتی ہیں، کھیتیاں اگتی ہیں، درخت پھل دینے لگ جاتے ہیں، جانوروں کی نسلیں بڑھنے لگ جاتی ہیں ہر شے خوشحال ہونے لگتی ہے۔ جب انسان بگڑتے ہیں چونکہ ہر چیز ان کے تابع ہے تو انسانی نحوست قحط سالیاں لاتی ہے، فسادات لاتی ہے، جنگیں لاتی ہے، تباہیاں لاتی ہے۔

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس

سمندروں کو آگ لگ جاتی ہے، زمین پہ فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ کس لئے؟

فرمایا! نوع انسانی کے کردار کی وجہ سے، انسانوں کے اعمال کی وجہ سے۔

تو اسلام اس کردار کی اصلاح مقدم رکھتا ہے۔ فرائض جو ہیں ان کو اس کی اصلاح کا علاج بتاتا ہے۔ فرد کے کردار کی اصلاح بغیر فرائض کی ادائیگی کے ممکن نہیں ہے۔ ایک مذہب آجکل نیا بھی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ نماز، روزہ، تو ضروری نہیں ہے۔ ضروری تو یہ ہے کہ اچھی طرح سے رہا جائے۔ لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔ ناجائز کام نہ ہو۔ رشوت نہیں لیتے ہم کسی کا نقصان نہیں کرتے ہمیں نماز، روزے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اگلے دن کسی کا خط تھا کہ میرے ایک عزیز فوت ہو گئے ہیں ان کے لئے ساری جماعت سے دعا کرائیں۔ وہ بہت اچھے آدمی تھے بس نماز، روزہ نہیں کرتے تھے کہ اسکی کیا ضرورت ہے۔ جب

میں کوئی برائی نہیں کرتا لوگوں سے اچھا رہتا ہوں ۔میں نے کہا صرف یہ کہہ دینا کہ فرائض کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بعد کسی اور برائی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ۔ یہ ایک برائی اتنی بھاری ہے کہ یہ بندے کو اسلام سے اتنا دور کر دیتی ہے کہ اس کی نیکیاں بھی برائیاں ہی شمار ہوتی ہیں اور نیکی وہ کر نہیں سکتا ۔علماء فرماتے ہیں کسی بندے سے اگر تم دوستی کرنا چاہتے ہو، تعلق بنانا چاہتے ہو تو پہلے دیکھو کہ اس کا تعلق اللہ کے ساتھ کیسا ہے ۔ اگر وہ اپنے رب سے وفا نہیں کرتا تو تم کس برتے پر دوستی کرنا چاہتے ہو ۔ پھر اگر وہ مسلمان ہے تو اسے دیکھو کہ اسلام کے دعوے کے ساتھ اس کا تعلق اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کیسا ہے ۔ اگر ان کی بات بھی نہیں مانتا تو ان سے دھوکا کرتا ہے، کرتا کچھ اور ہے کہتا کچھ اور ہے۔ تم کس برتے پہ دوستی کر رہے ہو۔ اگر اتنا حوصلہ نہیں ہے تو والدین کے ساتھ اس کا تعلق دیکھ لو۔ ان کے ساتھ بھی نہیں بنتی اس کی تو تم دوستی کر کے کیا حاصل کر لوگے۔ تو یہ حقوق اور فرائض کا جو خوبصورت تناسب ہے یہ حقیقی اسلام ہے

لاتفسدوا فی الارض

روئے زمین کو اللہ نے بہت خوبصورت انسانوں کا خادم اور نسل انسانی کے لئے خدمتگار اور مفید بنایا ہے ۔تم اگر اس کی وہ صورت حال برقرار نہیں رکھ سکتے تو اسے تباہ بھی نہ کرو۔ تمہارا کردار اس میں آگ لگانے کا سبب نہ بنے اب یہ لوگ جنہیں منع کیا گیا

لاتفسدو فی الارض

یہ کوئی سارے حکمران تو نہیں ہیں اور فوجیں لیکر حملے تو نہیں کرتے پھرتے، کام تو وہ گھر کے اندر چھوٹا سا کرتے ہیں لیکن جب فضا پہ اس کے اثرات جاتے ہیں تو شاید دس جگہوں پہ مزید اس طرح کی خرابی پیدا ہوتی ہے ۔ پھر اس سے مزید بڑھتے بڑھتے قتل و غارت گری تک تباہی تک پہنچ جاتا ہے، ایک غیر محسوس اثر ہوتا ہے ۔ آپ دیکھیں کسی بندے کو ایسے لوگوں کے ساتھ بٹھا دیں جو کتے لڑاتے ہیں ۔ اسے دو مہینے چار مہینے دیں پھر آپ اس سے الگ پوچھیں تو اٹھتے بیٹھتے کتوں کی لڑائی کی بات کرے گا۔ غیر شعوری طور پر وہ چیزیں اسکے ذہین میں ثبت ہو جاتی ہیں ۔ کسی کو صالحین کے ساتھ بٹھا دیں وہ نماز پڑھتا ہے یا نہیں، مہینہ دس دن پندرہ دن پھر نمازی بھی ہو جائے گا پھر آپ اسے ملیں تو ہر بات صالحیت کی، اچھی دین کی کرے گا۔ جیسی صحبت ہو گی یہ غیر محسوس اثرات ہوتے ہیں۔

بخاری شریف میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی خوشبو کی دکان پر یا عطار کے پاس بیٹھے گا تو ممکن ہے عطر خرید کے اٹھے، خریدے نہیں تو شاید وہ اسے کوئی شیشی تحفے میں دے دے، ایک روئی پہ تھوڑا سا لگا کے دے دے اور یہ بھی نہیں تو جتنی دیر بیٹھا رہے گا اتنی دیر تو دماغ معطر رہے گا ۔ یہ فائدہ تو ہو گا۔ فرمایا! صالحین کی صحبت، اچھے لوگوں سے ملاقات، ایسی ہے اور لوہار کی دکان پر جا کر بٹھا کوئی چنگاری اڑ کر پڑے گی تو کپڑے جلا بیٹھو گے، کوئی چوٹ ہاتھ پاؤں پہ لگ جائے گی، کچھ بھی نہ ہوا تو جتنی دیر بیٹھے رہو گے چولہے کی تپش اور دھواں تو پہنچتا رہے گا۔ فرمایا! یہ صحبت بد ہے یعنی ایک غیر محسوس طریقے سے ایک اثر ہر وجود سے خارج ہوتا ہے ۔ اب ہمارا معاشرے میں سب کے ساتھ مل کر رہن سہن ہے تو ہمارا اثر بھی ہمارے اہل خانہ، پر ہمارے بچوں پر، ہمارے ساتھیوں پر، بہن بھائیوں پر، اس کے بعد فضا پہ پڑے گا۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت خلوص سے کرنے لگیں تو روشنیاں پھوٹیں گی، اگر گناہ کریں گے تو ظلمت آئے گی ۔ اب جمع تفریق کر کے دیکھ لو کہ تباہیاں کیوں آ رہی ہیں؟ اس لیے کہ روشنیاں کم ہو گئی ہیں اور ظلمتیں زیادہ ۔ مسلمان خود کتنا اسلام پہ عمل کر رہا ہے تو ہم میں تقسیم ہو گئی ہے ۔ جو اچھی زندگی جینا چاہتے ہیں وہ نماز ،روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور جنہیں اللہ نماز روزے کی توفیق دیتا ہے وہ اچھی زندگی چھوڑ دیتے ہیں ۔ ہم دو طبقے بن گئے ایک مولویوں کا اور ایک بابوؤں کا۔ وہ علماء کے خلاف اول فول بکتے رہتے ہیں اور علماء ان پہ فتوے لگاتے رہتے ہیں حالانکہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں ۔ علماء کا کام لوگوں کو پرے دھکیلنا نہیں بلکہ وہ جیسے بھی ہیں انہیں قریب لانا ہے تا کہ ان کی اصلاح ہو سکے اور ان کا کام علماء کا احترام ہے تا کہ وہ وہاں سے کچھ فائدہ حاصل کر سکیں اور یہ تب ہی ہو گا جب ہم اس زندگی کو اس حقیقت سے دیکھیں گے کہ یہ زندگی صرف پیٹ بھرنے اور پیسہ جمع کرنے کے لئے نہیں بلکہ تعمیر آخرت کے لئے ہے۔

اللہ کریم ہمیں توفیق ارزاں فرمائے (آمین)

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

یقیناً

دلوں کا اطمینان
اللہ کے ذکر میں ہے

احمد دین ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

آفس: پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد۔ فون 2-667571

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمت الی النور

من الظلمت الی النور کے عنوان سے ساتھیوں کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے اسباب اور شمولیت کے بعد کے تاثرات' واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔
صوبیدار محمد نواز سلسلہ کے ساتھی ہیں۔ زیر نظر تحریر میں انہوں نے اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں۔

صوبیدار محمد نواز

عمر کے چوبیس سال جب الحادو بے دینی کی نظر کر چکا۔ تو 1961ء رمضان المبارک کی انوار و برکات کی راتوں کو قصص الانبیاء پڑھنا شروع کی۔ ایک سحری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھ کر دل کانپ اٹھا۔ کہ حضرت عیسیٰ کا گزر اک بوسیدہ قبر کے پاس سے ہوا۔ دیکھ کر خدا سے التجا کی کہ اس کو زندگی عطا کی جائے اور اس کی سرگزشت سن سکوں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ دنیا اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ اقتدار کی مستی میں خدا اور رسول سے غافل رہا۔ اب قبر کی تنہائیوں میں عذاب بھگتنے لگا۔ دوبارہ زندگی ملنے پر بہت ہی زیادہ عبادت گزاری میں مصروف عمل ہو گیا اس کا پل پل 'لمحہ لمحہ ہر آن ذکر خدا میں گزرنے لگا۔ اس واقعہ نے میری زندگی کا رخ بدل دیا۔ کہ میں ہوں جو شب و روز غفلت میں پڑا ہوں۔ اور انجام کی فکر ہی نہیں' عمر ناپائیدار تو ہر لمحہ ختم ہو رہی ہے نہ جانے کس وقت اچانک عزرائیل علیہ السلام کارواں لئے آجائیں۔ عمر عزیز کے چوبیس سال گزرنے پر بہت ہی ندامت ہوئی۔ اسی شب عزم کیا۔ جوانی میں عدم کے واسطے ساماں پیدا کر غافل' مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے گزشتہ عیاں پر نادم ہو کر توبہ کی آئندہ کے لئے ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنے کی آرزو کی۔

سگریٹ نوشی چھوڑ دی۔ سینما بینی سے نفرت ہو گئی تصاویر کے البم اکٹھے کر کے جلا دیئے۔ پندرہ سال کی کم عمری میں بحیثیت بوائے ارٹلری بھرتی ہو تا تھا اب ایپرنٹائیک تھا فوجی فیملی کا فرد تھا رستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ نماز پابندی سے پڑھنے لگا' اور فکر مند ہوا کہ کسی کامل رہنما

دوران ذکر مراقبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کی طرف سے ایک سفید شعاع نمودار ہوتی ہے اور سیدھی تیر کی طرح میرے سینے میں داخل ہو گئی

کی تلاش کروں کیونکہ رہبر کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔

اللہ والوں کی تلاش میں نکلا تو پتہ چلا کہ گھکول میں بڑے بزرگ ہیں۔ وہاں حاضری دینے کے لئے چلا گیارات بھر دعائیں مانگتا رہا۔ یا اللہ میں راہ حق کا متلاشی ہوں۔ سمجھ نہ آنے پر پھر نہیں گیا۔ کیمبل پور شہر میں چشتیہ سلسلہ کے بزرگ سید بادشاہ جو قرولی پیراں دادنخاں کے رہنے والے تھے میری برادری کے چند لوگ ان کے مرید تھے۔ اب بھی ہیں ان کی بیعت کی احساس ہوا کہ داڑھی رکھ لی جائے پیر صاحب فرمانے لگے ابھی تم بچے ہو۔ لیکن میرے دل میں احساس گزرا کہ مجھے تو شروع دن سے ہی منڈوانی نہیں چاہئے تھی۔ مگر پیر صاحب عجیب ارشاد فرمارہے ہیں۔ کافی عرصہ جستجو میں پھرا مگر۔ مارچ 1967ء میں پروموشن میں نائب صوبیدار ہو گیا۔ اسی دوران گل مہر سٹریٹ حاضری دیتا رہا۔ خاص قسم کی ٹوپی تھی۔ ان کا بھی بعد میں پتہ چلا۔ عجیب تماشا تھا' کیا بتاؤں وہ کس قسم کی عبادت ریاضت تھی۔ کئی رنگ تھے۔ پھر میرے گاؤں سے ایک صاحب نے مجھے ضلع گجرات میں جانے کی نشاندہی کی وہاں چلا گیا۔ وہاں کا سسٹم تھا کہ شام کو گاؤں میں گدا کرنا تھا۔ بندہ نے وہ گدا بھی کیا۔ کہ چلو یار گدا کرنے سے فقیری ملتی ہے تو گدا بھی کر لیتے ہیں بہرحال جستجو جاری رہی۔

اپنی یونٹ میں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ہشت بہشت چشتیہ خاندان کے سلسلہ' تذکرۃ اولیاء تذکرہ انبیاء ان کے مطالبہ سے توجہ 'القاء' کشف القلوب' کشف القبور 62 سے 64 رسالے خدام الدین' مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے پڑھے ان ہی کے خلیفہ حسنی صاحب کیمبل پور ہیں ان کے ہاں کیمبل پور

حاضری دیتا رہا۔

ہماری یونٹ میں پچاس گز کے فاصلے پر مسجد تھی۔ اس مسجد میں چند افراد باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں یوں داخل ہوتے (قابل رشک تھے) عشاء کی نماز بعد اس جماعت کے ایک رکن درس دیا کرتے تھے۔ درس کا موضوع باطنی علوم پر ہوا کرتا تھا۔ آٹھ سال سے متلاشی تھا۔ میرے لئے کوئی نیا تو نہیں تھا مگر ایسے نوجوان آدمی اس زمانہ میں تعلیمات نبوت' برکات نبوت کا درس یقین ہو گیا کہ ان کو اس حقیقت سے ضرور آشنائی ہے۔ یہ تھے جناب حافظ غلام قادری صاحب یہ نوعمری' ساتھ ان کے تہجد گزاروں کی جماعت۔ قبلہ حافظ صاحب کا بیان ایسے تھا جو کہ بیان سے باہر ہے۔ بات کرتے تو پھول جھڑتے تھے۔ اور ان کی باتیں دل میں اترتی جاتی تھیں جناب حافظ محمد صادق صاحب مجذوب تھے بعد میں پتہ چلا کہ اقربیت سے نیچے آتے ہی نہیں ہیں۔

حسن دین کے بڑے تیز مشاہدات تھے

بندہ جب ذکر کے لئے پہنچا۔ تو حافظ صاحب نے کہا کونے میں بیٹھ جاؤ' پہلے حاضری' ذکر پھر کلام' سوال وجوابات پھر دعا' خیر تسلی ہوئی سمجھ گیا۔ کہ تصوف وسلوک کی کتابوں میں جو پڑھتا رہا اسلامی سلوک کے مطابق درست ہے۔ جان میں جان آگئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ عہد کیا کہ انشاء اللہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ چلے آؤ یہی سیدھی راہ ہے بھاگو اللہ کی طرف۔ اگلی سحری کو جب جناب حافظ صاحب سے اچانک کہتے سنا۔ دیکھو مقام احدیث میں سبز رنگ کے انوارات یہ حضور اقدس ﷺ کے انوارات ہیں اب ایسا یقین ہو گیا واقعی ان کو نعمت حقیقی نصیب ہے۔ اس دن عشاء کی نماز کے بعد جناب حافظ صاحب کو اپنی جستجو بتائی اور راہ حق کی سچی طلب کی آرزو کی۔

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ذکر خفی کرتے ہیں جس میں سانس کے مخصوص انداز سے اللہ ہو کے لفظ ادا کرتے ہیں۔ لطائف ہمارے سلسلہ میں مجدد الف ثانیؒ کے طریقہ کے مطابق کئے جاتے ہیں سارے لطائف بتائے۔ ان کا محل' جگہ بتائی' ان کا مختلف انبیاء علیہ السلام سے تعلق بتایا فرمایا سحری کو آجانا۔ بس بندہ اس رات سویا ہی نہیں' کیونکہ میرے دل ودماغ میں عجیب سحر طاری تھا

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سب سے پہلے مسجد میں پہنچ گیا۔ نوافل وغیرہ ادا کرکے ذکر الٰہی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اسی انتظار میں منظم انداز میں چند باریش ساتھی مسجد میں داخل ہوئے۔ نوافل ادا کئے اور پھر قبلہ رو مسجد میں صف بنا کر بیٹھ گئے۔ بندہ کو جناب قبلہ حافظ صاحب نے اپنے بائیں جانب بٹھالیا اور فرمایا! ہم اسباق تبدیل کرتے رہیں گے۔ اور آپ لطیفہ قلب ہی کرتے رہنا' ذکر ختم ہونے پر مراقبہ ہوگا۔ خیال کرنا کہ لفظ اللہ دل کی گہرائی میں اتر جائے۔ اور ہو کی ضرب عرش الٰہی سے ٹکرائے' یہ دروازے کھڑکیاں' روشن دان بند کئے ہیں۔ اور اس طرح بدن کی آنکھیں' کان صرف اس لئے بند کئے ہیں کہ یکسوئی قائم رہے۔ توجہ صرف اور صرف اللہ کی طرف ہو۔ کلمہ شہادت' تیسرا کلمہ' استغفار پڑھنے کے بعد ذکر شروع ہو گیا جو کچھ ساتھی کرتے تھے بندہ نے بھی یوں ہی کیا۔ دوران ذکر مراقبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کی طرف سے ایک سفید شعاع نمودار ہوتی اور سیدھی تیر کی طرح میرے سینے میں داخل ہوتی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دل کے اوپر سے کالا دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔ جس طرح ہانڈی سے بھاپ نکلتی ہے کچھ دیر تک یہی عمل جاری رہا بالکل سکون ہو گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس سفید شعاع کی مانند آسمان پر چاند دکھائی دیا تیر کی مانند سینے میں داخل ہو گیا۔ تیسری مرتبہ آسمان پر سورج دکھائی دیا۔ اور بہت تیزی کے ساتھ میرے سینے میں داخل ہو گیا۔ اتنی زیادہ روشنی تھی' خدشہ ہوا کہ کہیں آنکھیں نہ کھل جائیں تب دونوں ہاتھ کی انگلیاں اور انگوٹھا رکھ لیا۔ اس کے بعد ایسا سکون ہوا جو بیان نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد قلب پر چھڑکاؤ' بارش کی پھوار کی مانند یا یوں سمجھیں جیسے چوک میں فوارہ ہوتا ہے۔ پھر سبزہ سنہرے لال' پیلے' نیلے کئی رنگوں میں پھول جھڑی کی مانند چھم چھم۔ اس میں سرور ہی سرور تھا۔ انہی لمحات میں دعا شروع ہو گئی اور تسلسل ٹوٹ گیا پھر تو اپنے آپ کی بھی خبر نہ رہی۔ بندہ جناب حافظ صاحب کے ساتھ ہو لیا۔ بندہ کے ساتھ جو بیتی تھی وہ عجیب زلزلہ تھا مگر حافظ صاحب کو جلدی تھی متواتر کمیٹری کر رہا تھا آخر وہ بھی چلتے چلتے حیران ہو کر رک گئے اور سننے میں دلچسپی لینے لگے جب خاموش ہوا تو سر جھکائے جناب حافظ صاحب کے سامنے کھڑا تھا۔ فرمانے لگے محض اللہ کا انعام واکرام ہے۔ اس میں ہمارا کیا زور یہ تو بس ہمارے استاد المکرم کی توجہ کا اثر ہے۔ میرے ساتھ عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چکڑالہ میں پاور ہاؤس ہے جس سے ہمارا کنکشن ہے ہم تو صرف اور صرف زیرو واٹ بلب کی مانند ہیں۔ الحمدللہ سمجھ گیا کہ شہنشاہ وقت اور اس دور کے سلطان ہیں۔ اسی دن ظہر کی نماز کے بعد والد محترم کی بیماری کا ٹیلی گرام ملا۔

ایک طرف قبلہ بزرگوار کی بیماری کا صدمہ' دوسری طرف یہ صدمہ کہ چھٹی چلا جاؤں گا۔ مجبوری ہے کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں۔ آٹھ سال متواتر تلاش کے بعد راہ حق کے قافلہ سے ہمراہی نصیب ہوئی اب دو ماہ کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

بعد قافلے سے پھر ملوں گا۔ اب نئے سرے سے پھر بچھڑ گیا۔ لیکن مجبوری تھی دو ماہ کی چھٹی ملی اسی شام کو جماعت کے ساتھیوں نے کراچی سے گھر کو روانہ کیا۔ دوران سفر لاہور کے قریب اونگھ آ گئی سویا جاگتا ہی تھا کیا دیکھتا ہوں ناللہ وانا الیہ راجعون والد بزرگوار وصال پا گئے ہیں سو وہاں پہنچ کر پتہ چلا پٹرول پمپ کے ملازم نے دیکھا کہنے لگا راجہ صاحب وفات پا گئے۔ ڈیڑھ میل کا سفر کیسے گزرا کیا گزری اب اکیس سال بیت جانے پر بھی آنکھیں نم ہو گئی ہیں۔ دونوں رشتوں کی جدائی کا عجیب سماں تھا۔ بدنی تربیت کرنے والے خالق حقیقی سے جا ملے اور روحانی تربیت کرنے والے سے دوری تھی۔ بڑی نیک بخت اولاد ہے جن کے والدین نیک بخت ہوں۔

دوران رخصت 19 اپریل 1969ء کو جناب قبلہ حافظ غلام قادری صاحب کا خط موصول ہوا۔ کہ شیخ المکرم کراچی تشریف لا رہے ہیں یہی سمجھا کہ مارشل لاء کے سلسلہ میں واپس بلا لیا ہے۔ خط موصول ہوتے ہی والدہ محترمہ سے اجازت لیکر کراچی چلا گیا۔ اسٹیشن پر قبلہ حافظ صاحب اور ساتھی کھڑے تھے 69-5-3 کا سورج میرے لئے خوشیاں لیکر طلوع ہوا تھا۔ شیخ المکرمؒ نیوی کوارٹروں میں تشریف فرما تھے یونہی زیارت نصیب ہوئی تو فوراً "چند دن قبل کا ایک خواب یاد آ گیا۔ کہ ان بزرگوں کو ہی میں نے خواب میں دیکھا تھا خواب یہ تھا کہ ایک جماعت بیت اللہ شریف کی زیارت کو جا رہی ہے۔ جماعت کے سربراہ یہ بزرگ ہیں۔ جو درمیان .س طرح تشریف فرما ہیں ان کے دائیں بائیں باقی احباب چاند کی مانند بیٹھے ہوئے ہیں کچھ اس طرح کا سماں کہ احباب کی نظریں ادب کی وجہ سے جھکی ہوئی ہیں۔ دل ودماغ کان ہمہ تن شیخ کی طرف اس طرح متوجہ ہیں کہ اگر ان کے سروں پر کندھوں پر پرندے بھی بیٹھ جائیں تو اس قدر محو ہیں کہ خبر ہی نہیں۔ اور بندہ ناچیز بھی ان ہی میں شامل ہے اس سوچ بچار میں حضرت جی کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا دست بوسی نصیب ہوئی قبلہ حافظ آبادی قادری صاحب نے تعارف کروایا۔ مغرب کے بعد ذکر کیا۔ حضرت جیؒ نے پوچھا۔ بیٹا کیا سمجھ آتی ہے عرض کی حضرت جی! میرے سینے سے لیکر دور آسماں تک مجھے سرخ سنہری رنگ کی سڑک نظر آتی ہے فرمایا ٹھیک سمجھ آئی جب کہیں گے روح کو اپنے سامنے کھڑا کرو۔ تو اللہ ھو کی ضرب لگا کر خیال سے روح کو سامنے کھڑا کرنا ہے۔ اب کیا تھا۔ جو فرمایا ہو گیا احدیث' معیت' اقربیت سلوک کے منازل طے ہو گئے حضرت جی تین روز ٹھہرے تھے۔ بعد میں حضرت جی ملیر چلے گئے۔ بندہ وہاں حاضر خدمت ہوا تو حضرت جیؒ نے سیر کعبہ 'سیر قران' سیر صلوۃ تک سلوک کے منازل طے کرا دیئے۔ یہ تھی تعبیر اس خواب کی جو میں نے چند دن پہلے دیکھا تھا اس کے بعد حضرت جی کی شخصیت میرے دل ودماغ میں سما گئی چند دنوں کے بعد جناب حافظ غلام قادری صاحب نے مسجد نبوی ﷺ تک مراقبات کرائے۔ اب حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ خط وکتاب شروع ہو گئی جس کی نشاندہی مکتوبات کتاب میں ملتی ہے 1970ء کے پروگرام میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے۔ تو بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ ایر فورس کے آفیسر ہادی حسن شاہ صاحب مرحوم کے ساتھ ایک سحری بندہ بدکار کو بھی بارگاہ نبوی علیہ السلام میں حاضری کے شرف قبولیت کے ساتھ روحانی بیعت کے نعمت عظمیٰ سے نوازا گیا۔ اس کے بعد فنافی الرسول کی دولت ملی یہ ان کی عطا ہے

کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ

حضرت جیؒ کی شخصیت میں عجیب سحر تھا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھتے ہی سکون واطمینان کی دولت حاصل ہو جاتی آپ عبادت اذکار و وظائف میں بہت مصروف رہتے تھے۔ کھدر کا لباس پہنتے۔ جب 1984ء میں آپ ہمیں داغ مفارقت دے گئے تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہزاروں دل تڑپ رہے تھے سوز وگداز کی ایسی کیفیت تھی کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت کے لئے یہ سانحہ بہت بڑا تھا۔ تب آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے روحانی بیٹے حضرت امیر محمد اکرم اعوان کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ الحمدللہ اب امیر محمد اکرم اعوان صاحب نے آپ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے وفا کئے کہ اس مرد درویش نے سے لیکر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لیکر افریقہ تک اللہ اللہ کرنے والے پیدا کر دیئے اور جب قلوب اللہ کے نام سے منور ہو گئے تو حکم الٰہی سے آپ اللہ کے نظام کو نافذ کرنے کے لئے میدان عمل میں اترے اور ہر ذاکر ہر ساتھی کو یہ ماٹو عطا کیا کہ رب کی دھرتی' رب کا نظام' ہماری منزل نفاذ اسلام کے لئے شریعت یا شہادت ہے۔

غزوۃ الہند میں بھی انشاء اللہ یہ جماعت شریک ہو گی' ہمارا عہد ہے کہ ہم انشاء اللہ نفاذ اسلام کے لئے اپنا تن' من' دھن قربان کر دیں گے۔ اور منور قلوب کو لیکر اس دنیا کے ہر گوشے ہر قریے کو منور کر دیں گے۔ انشاء اللہ۔ دعا کریں کہ اللہ کریم مرتے دم تک سلسلہ عالیہ سے وابستگی نصیب رکھے۔ آمین

بجھ نہیں سکتی کبھی میرے جنوں کی مشعل
میں نے ظلمت کو مٹانے کی قسم کھائی ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

حقیقت عرفان

فیصل آباد میں عبداللہ پور ویگن اسٹینڈ کے نزدیک 16 مرلہ جگہ خرید کر وہاں پر دار العرفان کی تعمیر کی جا رہی ہے۔ جس میں ساتھیوں کے تربیتی پروگرام کے لئے رہائش کی سہولت کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔ دار العرفان کی تعمیر شروع کرتے وقت جناب حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کو افتتاح کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس موقع پر آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد جو تقریر فرمائی پیش خدمت ہے۔

آقائے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو نہ صرف علوم الہیات سے نوازا۔ بلکہ اس کے ساتھ عملی طور پر وہ کیفیات عطا فرمائیں کہ آپ کا ہر خادم زندگی کے ہر شعبہ میں کاروبار میں تجارت میں، جنگ میں، صلح میں، خانگی امور میں، قومی امور میں، ملکی امور میں، حتی کہ بین الاقوامی امور میں رب جلیل کو روبرو پاتا ہے۔ اسلام کی پہلی شہیدہ خاتون سرزمین مکہ جن کے خون سے سیراب ہوئی انکا نام نامی حضرت سمیہؓ ہے حضرت سمیہؓ کو جب ابوجہل مار مار کر تھک گیا تو کہا آپ بے شک میری بات نہ مانیں جو آپ کا عقیدہ ہے اسے اپنی جگہ قائم رکھو۔ لیکن اب کچھ میرا بھی تو بھرم رکھو۔ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ ایک غلام کی بیوی اور کنیز عورت وہ بھی ضعیفہ میری ساری شدتیں برداشت کر گئی۔ اور اس نے میری بات نہ مانی تو میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم زبان سے صرف یہ کہہ دو کہ میں اللہ کو ایک نہیں مانتی، میں اپنے اس اقرار سے پھرتی ہوں۔ تو انہوں نے بڑا خوبصورت جواب دیا۔ فرمایا

"جسے میں روبرو پاتی ہوں اس کے نہ ہونے کا انکار کیسے کروں۔"

یہ عرفان تھا جو آقائے نامدار نے عطا فرمایا یہ علم تھا کہ اللہ ایک ہے اللہ پاک ہے اللہ بے نیاز ہے وہ لاشریک ہے اس کی ذات وصفات ایسی ہیں وہ کس بات پہ راضی اور کس بات پہ خفا ہوگا وہ ہمارا خالق ہے وہی ہمارا رازق ہے وہ ہم سے حساب لے گا۔ یہ سارا علم ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے ایک ایسی کیفیت مرحمت فرمائی کہ اگرچہ بندہ اس دنیا میں اللہ کو دیکھ تو نہیں سکتا لیکن اسے یقین ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں۔ بندہ اسے چھو نہیں سکتا۔ کسی طرح اسے ٹٹول کر اپنے پاس محسوس نہیں کر سکتا لیکن وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ میرے پاس موجود ہے اسکی بات سن نہیں سکتا۔ اس کی بات سننے کیلئے تو نبوت کا قلب چاہیے لیکن وہ اس سے باتیں کرتا ہے اس سے جواب پاتا ہے۔

جسے میں روبرو پاتی ہوں اس کے نہ ہونے کا انکار کیسے کردوں یہ وہ عرفان تھا جو آقائے نامدار نے تقسم کیا

یہ نعمت حضور علیہ السلام نے اس طرح بانٹی بلکہ لٹائی کہ ہر آنے والا مرد، عورت، بچہ، بوڑھا، عالم، جاہل، امیر فقیر ایک نگاہ میں شرف صحابیت سے سرفراز ہو گیا۔ آپ کا ارشاد ہے

انا قاسم واللہ یعطیع او کما قال رسول اللہ ﷺ

کہ اللہ کا خزانہ ہے میں بانٹے جا رہا ہوں لیکن یہ بانٹنے سے آگے لٹانے والی بات ہے۔ حضور علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ اکرام رضوان اللہ اجمعین کا دور ایسا ہی پرنور دور تھا۔ اور عرفان یونہی بٹتا تھا ہر آنے والا تابعی کہلایا جتنا صحابی کی صحبت چند لمحے میسر آئی وہ عالم تھا تو اس کی علمی فضیلت سے اس کا مقام الگ ہو گیا۔ جو ان پڑھ تھا اسکی حیثیت الگ ہوگئی۔ لیکن بنیادی پر طور شرف تابعیت میں سب یکساں تھے۔ تابعین میں بھی یہ تقسیم اسی طرح رہی اور ہر آنے والا تبع تابعین کہلایا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

خیرا القرون قرنی

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے

ثم الذین یلونھم ☆ ثم الذین یلونھم

پھر میرے قریب تر والے ☆ پھر ان کے قریب والے

ان کو قرون ثلاثہ کہتے ہیں جو سب سے بہترین زمانے ہیں اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ علم نبوت کی جو تقسیم تھی اس میں کمی نہیں آئی بلکہ اس میں جدید طریقے شامل ہوتے گئے اور وہ زیادہ عام ہوتا گیا۔ پہلے سینہ بہ سینہ کی باتیں پھر کتابیں آ گئیں۔ احادیث کچھ ایک بزرگ کو یاد تھیں، کچھ دوسرے کو، کچھ تیسرے کو پھر جامعات بن گئی اور جامع ہو گئیں اور احادیث ایک جگہ یکجا ہو گئیں قرآن حکیم کی تفسیر یکجا ہو گئی۔ پھر فقہ مرتب ہوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

شروع ہوئی ۔ پھر ادارے بنے ،سکول بنے ،انسٹی ٹیوشن بنے اور یوں تعلیمات نبوت نئے نئے طریقوں سے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام ہوتا رہا۔ پھر مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے ۔مختلف ممالک میں پہنچے اور تعلیمات عام سے عام تر ہوتی چلی گئی لیکن وہ کیفیات جسے آپ عرفان کہتے ہیں وہ عام نہ ہوئیں۔ وہ محدود ہو گئیں۔تبع تابعین کے بعد ہمیں ایسا کوئی دور نہیں ملتا۔ چودہ سو سالہ تاریخ میں کہ کسی ادارے ،کسی انسٹی ٹیوشن ،کسی خانقاہ کسی بزرگ کے پاس جانے والے سارے طالبوں کو کیفیات قلبی نصیب ہوں۔ اصلاحی کام پہلے سے زیادہ ہوتا رہا ذکر لسانی کی تلقین ہوتی رہی ۔تسبیحات بتائی جاتی رہیں فقہ پڑھائی جاتی رہی قرآن و حدیث پڑھایا جاتا رہا۔لیکن یہ تاریخ ہے کہ یہ نعمت تبع تابعین کے بعد مخصوص لوگوں کے سینوں میں رہ گئی اور ان کے پاس اگر زندگی میں 5-4 لاکھ مریدین جمع ہوئے انہیں قرآن پڑھایا اس کا ترجمہ پڑھایا،حدیث پڑھائی ، فقہ پڑھائی ،دین سمجھایا عمل سمجھایا تسبیحات بتائیں لیکن قلبی کیفیات کیلئے شاید پانچ لاکھ میں بمشکل انہوں نے پانچ یا چھ بندے منتخب فرمائے۔کوئی زیادہ اس کی تقسیم نہ ہوئی مخصوص لوگوں کو،مخصوص ذہنوں کو،مخصوص مزاجوں کو مخصوص طبائع کو منتخب فرمالیتے مشائخ اور ہر بندہ 10,5,4,2 سینوں میں یہ نور منتقل کر دیتا کیونکہ رہنا تو اسے اللہ کے وعدہ کے مطابق ہے یہ اسی وعدہ میں شامل ہے

انا نحن نزلنا وانا له لحافظون

اگر قرآن کو وعدہ الٰہی اور حفاظت الٰہیہ حاصل ہے تو قرآن کے الفاظ کو بھی قرآن کے صحیح ترجمہ کو بھی قرآن کی صحیح فہم کو بھی اور قرآن پر مرتب ہونے والی کیفیات کو اور عمل بالقرآن ان سب کو وہ وعدہ محیط ہے۔

میری اس گزارش پہ کچھ لوگ خفا بھی ہوئے کچھ حضرات نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا تو میں نے یہ گزارش کی کہ آپ کی ناراضگی سر آنکھوں پر لیکن آپ مجھے دلیل سے قائل کریں رعب ڈال کر ڈرائیں نہیں۔آپ مجھے بتائیے کہ فلاں جگہ،فلاں ادارے ،میں ہر آنے والے کو ذکر قلبی کروایا جاتا تھا۔اور اس کا سینہ منور کیا جاتا تھا۔اس بات کا تو میں قائل ہوں کہ منتخب افراد کی تربیت کی جاتی تھی۔کوئی اس کا ثبوت بتائیے کسی بزرگ کا نام بتائیے؟ یہ نظام قدرت کا ایک حصہ ہے نظام کائنات کا ایک حصہ ہے اس لیے نہیں کہ ہم لوگوں سے کوئی بڑے ہیں۔

اللہ ایسا قادر ہے کہ وہ ایک قوم کو غارت کر کے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب ہوگی

یہ شاید اس لئے عام ہو گیا ہے کہ ہمارے گناہ بڑھ گئے ہیں۔وہ لوگ اس قابل تھے کہ پانچ چار آدمی بھی صاحب حال ہوتے تو پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی اور لوگ ان کی بات سن کر نیک عمل کرتے تھے۔ضرورت کے مطابق قادر مطلق چیزیں مہیا فرماتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دور ایسا آیا ہے کہ سارا وعظ ،ساری تعلیم ،قرآن کے سارے ترجمے ،ساری مبلغین کی محنت تبلیغ کی ساری کوشش بندے کو تبدیل کرنے میں ناکام ہو گئی ہیں لوگ تبلیغ میں دس دس چلے لگا کر آتے ہیں لیکن سود کھانے سے باز نہیں آتے ۔جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے ۔دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے ۔لوگ وعظ سن لیتے ہیں جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں لیکن سارا کردار ان کا وہی رہتا ہے جو جمعہ نہ پڑھنے والوں کا ہے بلکہ بعض اوقات ان سے بدتر۔حج کر کے آجاتے ہیں لیکن حج کے بعد نام میں حاجی کے لفظ کا اضافہ ہو جاتا ہے کردار میں مثبت تبدیلی نہیں آتی ۔اللہ کریم نے جب ہمیں توفیق بخشی اور ہمیں جب ذکر سے آشنائی ہوئی اور ہم جب شیخ کی خدمت میں پہنچے تو بھی وہی حال تھا۔دو چار آدمی ہوتے تھے۔اور وہ بھی بڑی مشکل سے بلکہ مجھے یاد ہے کہ ایک عزیز کو میں چاہتا تھا کہ حضرت اسے قلبی ذکر سکھائیں اور چھ مہینے میں گذارشات پیش کرتا رہا اور حضرت ٹالتے رہے کہ چھوڑ یار۔۔۔۔رہنے دو۔اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔اور منتخب افراد لیے جاتے تھے۔یہ شاید اسی دور کی ضرورت تھی۔آج میرے فاضل دوست اور صاحب علم حضرات کہتے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے جس کے پچاس برس اس میں گزر گئے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تو جو بندہ اس فیلڈ کا ہی نہیں ہے اس کی سمجھ میں کیا آئے گا ہم جن کی عمر بحمد اللہ اس فیلڈ میں گزر گئی یہ خود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے قدرت کیا چاہتی ہے اللہ کو کیا منظور ہے کہ اس نعمت کو جو بڑے مخصوص لوگوں کو دی جاتی تھی ان کی دوکانیں کھلوانی شروع کر دی ہیں رب العالمین نے ادارے بنانے

www.naqshbandiaowaisiah.com

شروع کر دیئے مراکز بنانے شروع کر دیئے ہر آنے والا بچہ، بوڑھا، مرد، عورت سب اللہ اللہ کریں سب کے دلوں میں کیف پیدا ہو سب کے قلوب کا تعلق قلب اطہر رسول اللہ سے ہو یار کیا چاہتی ہے قدرت یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ میں ممبر پر کھڑا ہوں میں خود حیران ہوں کہ اے اللہ تو اپنے کاموں کو خود ہی بہتر جانتا ہے۔ ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ قادر مطلق اس قوم کو اس ملک کو ان لوگوں کو ایسے شرف سے اس لیے نوازنا چاہتا ہے کہ وہ انہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا وہ محتاج نہیں ہے

عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبونھم ویحبونہ

ایک قوم کو غارت کر دے کسی اور کو لے آئے جو اس کی دیوانی ہو۔ اس کے نام پہ قربان ہوتی رہے لیکن شاید یہ میں نہیں جانتا کہ اسے یہ قوم کیوں پسند ہے اور پسند کیلئے شرط نہیں ہوتی پسند کرنے والے کی اپنی مرضی ہوتی ہے یہ سمجھ آتی ہے کہ اسے ان لوگوں پر اس دھرتی پر ایک خاص شفقت ہے ایک خاص رحمت ہے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایسے ادارے وجود میں آ جائیں ایسے مراکز بن جائیں جہاں ذکر قلبی ہو۔ جہاں واقعی قلوب منور ہوں جہاں واقعی عملی زندگی میں تبدیلیاں آتیں۔ جہاں واقعی بندے کی سوچ بدل جائے جہاں واقعی انسان تبدیل ہو جائے۔ پہلے زمانے میں وہ لوگ جنہیں اسکی طلب ہوتی تھی وہ قریہ قریہ گھوما کرتے تھے ہم بزرگوں کی تاریخ پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ فلسطین گئے، شام گئے، اردن گئے، ایران گئے، جہاں گئے، وہاں گئے جی کوئی نہیں ملا جو ہماری تسلی کرواتا ہمیں قلبی دولت سے نوازتا۔ دھکے کھاتے آ گئے کسی کو کوئی مل گیا تو وہ وہیں گیا کسی کو کچھ ملا وہ انہوں نے چھپا لیا۔

آج ہر بندہ بایزید بسطامی کا نام لیتا ہے جب دنیا میں تھے تو انہیں شہر بدر کر دیا گیا۔ حتی کہ قبر بھی جنگل میں بنی۔ کسی نے شہر میں دفن کرنے کی اجازت بھی نہ دی۔ جن کے پاس یہ نعمت تھی ڈھونڈنے والوں کو ملتے نہیں تھے اور جو اس نعمت سے ناواقف تھے وہ انہیں ایذا دیا کرتے تھے۔ تو یہ بات خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتی یہ اس کا اپنا کام ہے۔ ہم لوگوں کو جانتے نہیں۔ ان کے حلیے یاد نہیں ہوتے ان کا نام یاد نہیں ہوتا۔ ان کی حیثیت کا پتہ نہیں ہوتا۔ امیر ہے، غریب ہے۔ محفل ہو رہی۔ جو آ رہا ہے وہ کر رہا ہے۔ جو اس کے نصیب میں ہے لے رہا ہے جہاں چاہتا ہے جا رہا ہے۔

> **تبع تابعین کے بعد پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ بلا شرط ہر آنے والے قلبی کیفیات مل رہی ہیں**

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی انقلاب کی سنگ بنیاد یہ ہے۔ اسلام ناموں کی تبدیلی کا نام نہیں۔ یہ حکمرانوں کی تبدیلی کا نام نہیں ہے۔ اسلام دلوں کی تبدیلی کا نام ہے کہ دلوں میں اطاعت الٰہی کا جذبہ موجزن ہو جائے اور عام آدمی سے لیکر حاکم تک سب پھر سے اللہ کے بندے بن جائیں۔ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ اپنے سارے گناہوں، کوتاہیوں کے باوجود ہم اس تقسیم کے دائرے میں آ گئے جو اللہ کی طرف سے جو بارگاہ نبوت کی طرف سے پھر سے عام کی جاری ہے اور جہاں تک میرا مطالعہ ہے کہ تبع تابعین کے بعد میری عقل کے مطابق پہلی دفعہ ایسا ہو رہا ہے کہ بلا شرط ہر آنے والے کو قلبی کیفیات دی جا رہی ہیں یہ بڑی بات ہے سمجھنے کے لئے جاننے کے لئے اور بہت بڑی کسی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ کرے زیادہ سے زیادہ قلوب منور ہوں۔ زیادہ سے زیادہ عرفاں کی دولت بٹے۔ زیادہ سے زیادہ خلوص آئے۔ شیطان بھی غافل نہیں ہے اس نے بھی اپنی مورچہ باندھنے کی پوری کوششیں کرنی ہیں لیکن جو سیلاب منجانب اللہ آتے ہیں۔ وہ شیطانی طاقتوں سے روکے نہیں جا سکتے۔ ان کی کمزور کوششیں اسے اور طاقتور بنا دیتی ہیں۔ اگر کسی جگہ چند لمحے ٹھہر جاتا ہے تو اس بند کو توڑتا ہے اور اس کی طاقت بھی زیادہ ہو جاتی ہے رفتار بڑھ جاتی ہے۔

اللہ کریم ہمیں اس نعمت عظمیٰ کو سمجھنے اور اس سے حقیقی طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے ہمارے دیکھتے دیکھتے گھر گھر، قریہ قریہ، یہ ادارے بنیں اور پوری قوم یاد الٰہی سے اپنے دلوں کو منور کرے۔ ہمارے کردار پر سنت خیر انجام کی چھاپ ہو اور عام آدمی سے لیکر حکمران تک پھر سے اسی طرح اسلام، داعی اسلام، قرآن اور صاحب قرآن اور اللہ کی محبت کے اسیر ہوں اور زمانہ پھر سے کروٹ لینے پر مجبور ہو جائے۔ حق و انصاف ہو حق کا بول بالا ہو اور باطل کو دنیا سے مٹانے کا موقع نصیب ہو (آمین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

نہ قرآن کا کوئی رخ دھندلایا۔۔۔نہ شریعت کا کوئی انداز مرجھایا۔یہ دونوں آج بھی ویسے ہی شگفتہ ہیں جیسے صدیوں پہلے تھے

تحریر۔حافظ عتیق الرحمٰن
ٹوبہ ٹیک سنگھ

کچھ دیر کے لئے حال سے رشتہ توڑ کر ان بھاگتی دوڑتی گاڑیوں اور ترقی یافتہ دور سے نظریں ہٹا کر پندرہ صدیاں پیچھے لوٹ جائیں تاریخ کے صفحات کھنگالیں دنیا میں کیا تھا ظلمت ہی ظلمت تھی ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔شراب نوشی اور زنا کاری معیوب نہ تھی۔انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون رائج تھا۔چراغ بجھنے کو تھا کہ وہ رب جو خزاں میں بہار،ظلمت شب کے بعد نور سحر،اور جو قحط سالی میں کلبلاتے انسانوں بلبلاتے حیوانوں اور تڑپتے کیڑے مکوڑوں پر رحم کرتے ہوئے بارش برساتا ہے اسی رب کو جو میرا،آپ کا،ہر شے کا رب ہے انسانیت پر ترس آیا رحم آیا تو اس پروردگار نے اپنی کائنات کا انمول ہیرہ رحمت انس وجاں،رہبر انسانیت،فخر انسانیت،سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انمول تحفہ (قرآن مجید) دے کر مبعوث فرما کر احسان عظیم کیا۔

لقد من الله على المومنين

اپنے پیارے نبی کو قرآن کی صورت میں، دستور حیات منشور ہدایت، راہ زندگی کا نور عطا کیا۔قرآن کی انقلابی تعلیم نے انقلاب برپا کر دیا ایسا انقلاب جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔معیشت،تجارت، معاشرت،سیاحت،حکومت،کاروبار،عقائد سب ہی انسان کو عطا کر کے اسکی زندگی کا حصہ بنا دیے۔ظالم اور ستمگر،عادل و ہمدرد بن گئے۔فاسق وفاجر زاہد پارسا بن گئے۔عرب کے چرواہے زمانے کے مقتدر اور رہنما بن گئے۔شرابی اور بدکار زاہد شب زندہ دار بن گئے جو ذرہ تھا وہ گہر بن گیا لوہا تھا پارس بن گیا واقعی قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک مکمل منشور زندگی ہے دستور حیات ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور نبی کریمؐ کی عملی زندگی اسکی تفسیر ہے نہ قرآن کا کوئی رخ دھندلایا،نہ شریعت کا کوئی انداز مرجھایا۔یہ دونوں آج بھی ویسے ہی شگفتہ ہیں جیسے صدیوں پہلے ہر نوع سے محفوظ تھے اس کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے جیسے ارشاد ہے کہ۔

''ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں''

ایسی بے مثال کتاب جس میں رائی برابر بھی شک کا تصور تک نہیں۔بلکہ یہ تو آفتاب صداقت ہے

قرآن حکیم نور ہدایت ہے ایک ایسا روشن آفتاب بن کر ابھرا جس سے کائنات کی ہر تاریکی اجالا طلب کرنے لگی۔اور قیامت تک طلب کرتی رہے گی۔ایسی بے مثال کتاب جس میں رائی برابر بھی شک کا تصور تک نہیں جو ہر طرح کے ظاہری و باطنی شکوک وشبہات سے پاک ہے اس کی عظمت تو اس فرمان الٰہی سے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے'' اور جب قرآن کی تلاوت ہو تو اس کو غور سے سنو۔تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو غور وفکر کے ساتھ سنا اور سینے سے لگایا تو قیصری و کسریٰ کو انہوں نے اپنے پاؤں تلے انسانیت کی بقا کے لئے روند ڈالا''

ان 313 نے عالم اسلام میں روئے زمین کے ظلم کو للکار دیا۔تبھی تو اللہ رب العزت ''رضی اللہ عنہ'' کی اسناد ان میں بانٹیں۔یہی لوگ تو پھر زمانے کے مقتدر رہنما بنے۔

مگر وہ لوگ جو قرآن پاک کے بارے میں وسوسوں کو جنم دے رہے تھے ان کو نہایت اچھوتے انداز میں خطاب فرمایا!

''اگر تم اس کتاب میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تو پھر تم اپنے سب حمائتیوں کو لے آؤ اور ایک سورۃ ہی بنا لاؤ اگر تم سچے ہو'' مگر جھوٹے خداؤں میں کب ہمت پڑتی ہے واقعی قرآن تو منزہ و مطہرہ کلام باری ہے آفتاب صداقت ہے جس کو پڑھ کر غلاموں کو موالا مل گیا سوچیں تو خود بخود کروٹ لے ہی لیتی ہیں خیالات تو آ ہی جاتے ہیں سیدنا حضرت بلال حبشیؓ کیا تھے؟ صہیب رومیؓ کیسے۔۔۔۔قرآن ہی نے تو

انسانیت کا وقار بلند کیا غلاموں کو مولا کر دیا وہ بلال ۔۔۔۔قرآن حکیم سے وفا کرنے پر سیدنا بلالؓ بن گئے۔اذان نہ دیتے تو صبح ہونے کا نام نہ لیتی ۔۔۔۔اسی پر ہی نہیں بہت دور۔۔۔۔۔معراج پر بھی تو بلالؓ کے قدموں کی چاپ سنائی دی بلالؓ ہی نہیں ۔۔۔۔صہیب رومیؓ ہی نہیں۔۔۔۔سلیمان فارسیؓ کی نہیں۔۔۔۔قرآن نے بہت غلاموں کو مولا کر دیا۔دنیا کی نعمتیں ان کے قدموں میں جھکنے لگیں تو بھی اللہ کے وفادار بندے قرآن ہی پر جھکے رہے۔نبی رحمتؐ نے اسی لیے تو فرمایا۔تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

نہ قرآن کا کوئی رخ دھندلایا، نہ شریعت کا کوئی انداز مرجھایا۔ یہ دونوں آج بھی ویسے ہی شگفتہ ہیں جیسے صدیوں پہلے تھے

قرآن پاک کی تعلیمات نے تو عرب کے ڈاکوؤں ،بدوؤں کو ایسا جانثار بنا دیا کہ بوقت شہادت بھی ایک ایک گھونٹ دوسرے کے لئے قربان کرتے رہے۔مگر آج ہم قرآن کے دعویدار ۔۔۔۔قرآن کے علمبردار ۔۔۔۔کیوں تنزلی کی طرف۔۔۔۔آج بھی قرآن وہی ہے اللہ اور اسکے رسولؐ کے وعدے آج بھی وہی ہیں برکات نبوتؐ اور تعلیمات نبوتؐ تو آج بھی اس ارض پاک پر موجزن ہیں۔مگر مومنین اور مسلمان کیا ہوئے۔

آج تو افراتفری ہے۔اضطراب ہیں بے چینیاں ہیں۔آج کوئی شخص گوارا ہی نہیں کرتا کہ وہ اپنی مصروف ترین زندگی سے ذرا جھانک کر دوسروں کو دیکھے کہ اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے کس حال میں رہ رہے ہیں انسانی زندگی کا سربازار خون پینے والوں کو عظیم دیوتا کہا جاتا ہے۔ان کی پرستش ہر قوم کو ہر فرد کو کرنی پڑتی ہے ان حالات میں قرآن حکیم تو ظالم کے جبڑے توڑ دینے کا حکم دیتا ہے۔تہذیب واخلاق کی بلند و بالا دیواریں بوسیدہ ہو کر از خود گرتی چلی جارہی ہیں۔ہر سو اندھیرا،تاریکی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہاتھ تو نظر آتے ہیں مگر چہرے دکھائی نہیں دیتے۔اس کی یقیناً یہ وجہ ہے کہ ہم نے قرآن سے جو عہد وفا باندھا تھا اس کو بھلا دیا تو پھر مسلمان کسمپرسی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے۔قرآن حکیم تو انسانی زندگی میں محبتوں کے پھول کھلاتا ہے بغض وعناد کی دیواریں گراتا ہے لوگوں کو جینے کا صحیح اسلوب سکھاتا ہے۔قرآن حکیم کی جس تعلیمات کی سربلندی کے بدروحنین جیسے واقعات دیکھنے میں آئے قرآن پاک کے تقدس کے لئے ریتیلے میدانوں کو شہیدوں نے اپنے لہو سے سرخ کیا حضرت بلالؓ کی تپتی ریت، معصب بن زبیرؓ کے دہکتے ہوئے کوئلے۔۔۔۔اور امام عالی مقامؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کی سرفروشی۔

آخر یہ سب کچھ قرآن پاک کی سربلندی کے لئے ہی تھا۔ہمارے عظیم اسلاف نے قربانیاں دیکر قرآن کی تعلیمات کو رائج رکھا۔یہ قرآن کی تعلیم ہی تھی کہ روئے زمین میں قرآنی تعلیمات کے دوران کوئی شخص بھی زکوۃ لینے والا نہ تھا مگر آج غربت وافلاس کے بادل ،فاقہ کشی کے سائے ،خودسوزیاں ،جرائم کیوں؟ یہ صرف قرآن حکیم نہ تھامنے کی سزا ہے۔

آج امت مسلمہ قرآن حکیم کے سایہ تلے محبت واخوت ،بھائی چارہ، معاشی انصاف کے لئے کوشش کرنا فرض عین ھے

آؤ آج ظلم وبربریت ،نفرت وبغض وعداوت ،فساد وانانیت کی خوفناک عمارتوں سے نکل کر قرآن حکیم کے سایہ تلے جمع ہوں۔جہاں پر محبت واخوت بھائی چارہ ،انسانی ہمدردی کے پھول کھلتے ہیں۔جہاں سکون واطمینان ملتا ہے۔آؤ قرآن وسنت سے وفا کریں۔قرآن کے نظام کے لئے تن ،من ،دھن کی قربانی دیں۔قرآن سیکھو اور سکھاؤ کا نعرہ عام کرتے ہوئے رب کی دھرتی پر رب کا نظام رائج کریں۔

انشاء اللہ ملائکہ آج بھی منتظر ہیں ۔نفاذ اسلام، قرآن حکیم کا نظام وطن عزیز کا مقدر ہے انشاءاللہ

دعائے مغفرت

5۔ اٹک کے ایک پرانے بزرگوار ساتھی مولانا عبدالرحمن صاحب (امام اویسیہ مسجد شین باغ) قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماننے کے لئے جاننا ضروری ہے

تنظیم الاخوان کے مرکزی امیر محمد اکرم اعوان کا دار العرفان منارہ میں مورخہ 6-8-2000 کا خطاب

کسی بھی کام کو کرنے کے لئے اس کا جاننا ضروری ہے اللہ شانہ کی ذات کو ماننے کیلئے جاننا ضروری ہے اور جہاں کسی وجہ سے نور نبوت یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد یا تبلیغ نہیں پہنچی کوئی ایسے علاقے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہ بھی توحید باری پر ایمان لانے کے مکلف ہوتے ہیں اب جب انہیں کوئی بتانے والا نہیں ہے تو وہ کیسے مانیں، اس کے لئے قرآن حکیم نے عقلی دلائل کو بنیاد بنایا ہے کہ جب ان کی عقل سلامت ہے تو سورج کا طلوع وغروب دیکھتے ہیں، کائنات میں روزمرہ چیزوں کا بننا بگڑنا دیکھتے ہیں، بارشوں کا ہونا، دھوپ اور چھاؤں دیکھتے ہیں، رات اور دن، موت اور حیات کا ایک تسلسل دیکھتے ہیں اور اس کے لگے بندھے اوقات یعنی اس کے (Settled Timing) جن میں کوئی ایسا نہیں لگتا کہ کہیں چوک ہوئی ہو یا غلطی ہوئی ہو تو انہیں یہ ضرور جان لینا چاہیے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جو سارا نظام چلا رہی ہے اور وہ اپنی شان میں اپنے اختیارات میں اور اپنی قدرت میں یکتا ہے۔ کوئی اس کا راستہ روکنے والا، کوئی اس کی رائے یا فیصلے میں دخل دینے والا یا کوئی چیز اس سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتی۔ اب انہیں اللہ کا ذاتی نام ''اللہ'' آئے یا نہ آئے لیکن یہ تصور محض ذات باری کے لئے اور ان کی نجات کے لئے کافی ہے ماننے کی پہلی سیڑھی جاننا ہوتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طائف میں جب ایذا دی گئی تو دنیا کا ہر عمل اپنا ردعمل رکھتا ہے جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اہل طائف نے لڑکے پیچھے لگا کر انہیں آقائے نامدار ﷺ پر پتھر پھینکنے کا حکم دیا اس کے جواب میں اللہ رب العلمین نے اس فرشتے کو جو پہاڑوں پر مقرر تھا ملک الجبال، اسے حکم دیا کہ تم اپنے کارندوں کو حکم دے دو اس کے جواب میں وہ پہاڑ اٹھا کر اہل طائف پر پھینکیں تو طائف تو پہاڑوں میں گھری ہوئی آبادی ہے بڑے بڑے پہاڑ ہیں لیکن فرمایا یہ کام میرے نبی ﷺ کی اجازت سے کرنا۔ وہ بارگاہ عالی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت کا طالب ہوا تو آپ ﷺ نے اسے جواب دینے کی بجائے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور اہل طائف کی طرف سے آپ ﷺ معذرت خواہ ہوئے اور عذر یہ پیش فرمایا

فانھم لا یعلمون

اللہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک پڑوسی قریش کے بیٹے، مکے کے شہری کے ساتھ کیا ہے، محمد بن عبداللہ کے ساتھ کیا ہے محمد رسول ﷺ کو یہ جانتے ہی نہیں، تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مارا انہوں نے، اس لئے ان سے درگزر فرما۔

اگر اہل مکہ جانتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیوں کرتے؟ یہ فضیلت بھی مکے کے حصے میں آتی کہ حضور ﷺ وہاں جلوہ افروز ہوتے۔ کوئی بھی کام جو ہم کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے محض ارادہ اور ضد کافی نہیں ہے یہ نظام ہے کائنات کا اور اس میں شرط ہے کہ جو ہم کرنا چاہتے ہیں اسے جانتے ہوں ہم کہتے ہیں جی اسلام کا معاشی نظام نافذ کیا جائے؟ مخاطب پوچھتا ہے جی اسلام کا معاشی نظام ہے کیا؟ وہ تو ہمیں نہیں آتا تو جس بات کا آپ کو پتہ ہی نہیں اس کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔ جب آپ کو یہ پتہ ہی نہیں کہ وہ ہے کیا تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مفید ہے یا مفید نہیں ہے یا وہ ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں عدلیہ کو شرعی فیصلے کرنے چاہئیں، شہادت کا جو اصول ہے وہ اسلامی ہونا چاہیے، شہادت یا گواہی ان شرائط کے تابع ہونا چاہیے جو شریعت مطہرہ نے مقرر فرمائی ہیں۔ اب ہم سے کوئی پوچھ لیتا ہے کہ وہ شرائط کیا ہیں؟ گواہ کیسا ہونا چاہئے؟ اس کے لئے کیا ضروری ہے اور اگر شہادت میسر ہو تو کس پائے کی شہادت پر، کس درجہ کی سزا دی جا سکتی ہے؟ قتل کیلئے کونسی شہادت چاہیے؟ اگر سزائے موت دینی ہے کسی کو تو شہادت کا معیار کیا ہوگا؟ اور اگر اس معیار پہ پوری نہیں اترتی تو آپ قاتل کو کیا سزا

www.naqshbandiaowaisiah.com

دینگے اور اگر شہادت ثابت ہی نہیں کرتی تو آپ اس کا کیا بگاڑیں گے؟ جب یہ سوال آتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ بات تو ہمیں نہیں آتی۔ یہ درست ہے کہ ہمارا برسر اقتدار طبقہ اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتا یہ بھی درست ہے کہ جن کے پاس اقتدار آرہا ہے گزشتہ نصف صدی سے وہ ایک مغرب زدہ، ایک خاص ذہن کا طبقہ ہے وہ اسلام سے ڈرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اپنی اتنی تراش خراش ہوگی کہ ہماری یہ عیش وعشرت اور ہمارے یہ موج میلے اجڑ جائیں گے لیکن میں اور آپ ہم جو کہتے ہیں اسلام نافذ کرو، جانتے ہم بھی نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ آج تک جتنی تحریکیں چلیں، پاکستان بننے کے بعد کسی دینی تحریک نے الف، ب، ج نے لکھ کر یا ایک خاکہ بنا کر نہیں دیا کہ جناب یہ نظام نافذ کیا جائے۔ اسلام، اسلام، اسلام ہم کہتے رہتے ہیں اسلام میں صرف کلمہ طیبہ، نماز، روزہ ہمیں آتا ہے۔ بیع وشراء کے اصول کیا ہیں؟ منافع کی حدود کیا ہیں؟ نقصان کسے کہتے ہیں؟ ادھار کیا ہے؟ رہن اور مرتہن کے تعلقات کیا ہے؟ رہن شدہ چیز کا استعمال کیسا ہے؟ یہ کتنے بے شمار سوال ہیں معاشیات کے جو چیز فروخت کے لئے رکھی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ نظر کیا آتی ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب ہمارے پاس نہیں ہوتے۔ اب ایک آدمی سے ہم کہتے ہیں کہ کوٹ پہن لو، کوٹ پہننا ضروری ہے، وہ کہتا ہے کوٹ کیا ہوتا ہے؟ تو ہم کہتے ہیں یہ تو ہمیں بھی نہیں پتہ۔ اس ہماری بات میں وزن کیا ہو گا؟ کہ ایک آدمی ہم بعد اصرار، بندوق کی نوک پر، تلواریں اٹھا کر کہتے ہیں کہ کوٹ پہن لو ورنہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے، وہ کہتا ہے جی بتاؤ تو سہی کوٹ ہوتا کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں جی یہ تو ہمیں نہیں پتہ۔

وہ جو ایک مذاق بنا ہوا ہے کہ کسی نے کسی غیر مسلم کو جنگل میں پکڑ لیا اور کہا کلمہ پڑھو گے تو تمہاری جان چھوڑوں گا اس نے بڑی منت سماجت کی ایک میرا معاشرہ ہے، ایک میرا گھر ہے، میرے بیوی بچے ہیں، میرے بہن بھائی، ماں باپ ہیں میں اکیلا بلاوجہ تمہارے سوٹے سے ڈر کر کلمہ پڑھتا رہوں، سب سے کیسے کٹ جاؤں۔ اس نے کہا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بولا اچھا بھائی اگر بات یہاں تک ہے تو مارو نہیں کلمہ پڑھالو۔ وہ کہنے لگا کاش مجھے کلمہ یاد ہوتا تو آج ایک کافر تو مسلمان ہو جاتا۔ خود کو پتہ نہیں کلمہ ہے کیا اسے مسلمان کرنے چلا ہے۔ گزشتہ نصف صدی سے ہمارا عالم بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ کوئی جامع نظام بنا کر ہم نے مطالبہ نہیں کیا کہ یہ نظام نافذ کیا جائے۔ ایک (OVERALL) اور آل بات ہے کہ اسلام نافذ کیا جائے۔ اس کے لئے جب ہمارے علماء جمع ہوتے ہیں وہ جماعتیں جو اس بات کی داعی ہیں وہ جمع ہوتی ہیں تو ان کے باہم دگر اسلام میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ ایک امام کے ساتھ نماز باجماعت ادا نہیں کرسکتے۔ اگر بارہ بندے ہوں تو تین تین بندوں کی چار چار جماعتیں ہو رہی ہوتی ہیں تو جب اسلام کی تعبیر ہی اتنی مختلف ہوگئی ایک وقت آیا تھا جب ایک تحریک چلی تھی کہ فقہ حنفی نافذ کیا جائے یعنی ہم کتاب اللہ سے سنت رسول سے خلفائے راشدہ سے بھی نیچے آئمہ فقہ کی حد پر آ گئے۔ اس کے مقابلے میں جواباً ایک موومنٹ بنی کہ فقہ جعفریہ نافذ کیا جائے اور میں نے بھرپور کوشش اس زمانے میں بھی کی تھی کہ آپ فقہ پہ اصرار نہ کریں آپ قرآن وسنت کی بات کریں یا اگر تعبیر دینا چاہتے ہیں تو کہیں جو نظام خلافت راشدہ کا تھا جس میں خلفائے راشدین شامل تھے وہ نظام نافذ کیا جائے۔ اگر کوئی اختلاف کرتا ہے ہم سے، آپ سے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تو نہیں کرتا اسے لاجواب کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ خلافت راشدہ میں حضرت علی کرم اللہ شامل ہیں۔ یہ بات کسی نے نہ مانی۔ فقہ حنفیہ والے تو بعد میں ٹھنڈے ہوگئے لیکن تب سے فقہ جعفریہ کی ایک موومنٹ بن گئی وہ چل رہی ہے۔ تو جن بزرگوں نے فقہ حنفی، فقہ حنفی کی رٹ لگائی تھی وہ آپس میں لڑ بھڑ کر الگ الگ ہو گئے اور ایک موومنٹ پیدا کر کے چھوڑ گئے جو ابھی تک چل رہی ہے کہ فقہ جعفریہ نافذ کرو خواہ اس کا کوئی سر پیر ہے یا نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم عام آدمی، ہم خود کو عام کہتے ہیں۔ ہم نے یہ ذمہ داری چند خاص لوگوں پہ چھوڑ رکھی ہے کہ یہ مولانا کا کام ہے۔ یہ مفتی صاحب کا کام ہے، یہ قاری صاحب کی ذمہ داری ہے، مولوی مفتی قاری کے ذمے ہے کہ وہ اسپیشلائزیشن اس کے پاس ہو وہ سپیشلائز کرے، سپیشلسٹ ہو، مفتی فقہ کا سپیشلسٹ ہو مفسر تفسیر کا سپیشلسٹ ہو، محدث حدیث کا سپیشلسٹ ہو حالانکہ ضروریات دین کا جاننا تو سب کے لئے ضروری ہے فرض کا جاننا فرض ہے، واجب کا جاننا واجب ہے، سنت کا جاننا سنت ہے حتی کہ مستحبات کا جاننا بھی مستحب ہے۔ پہلی بات تو یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ ہمارا تعلیمی نصاب دین بتاتا ہی نہیں لیکن جب آدمی سکول کالج کی زندگی سے آگے چلا جاتا ہے تو اس کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے نصابی ذرائع ختم ہو جاتے ہیں پھر اس کے علم کا زیادہ انحصار سمع و بصر پر رہ جاتا ہے کہیں سے کوئی بات سن لی کہیں کوئی بات دیکھ لی اس کے جاننے کے پھر سمع اور بصارت دو ذرائع رہ جاتے ہیں کچھ سن کر جان لیتا ہے کچھ دیکھ کر جان لیتا ہے لیکن جو لوگ کسی دعوت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ان کا گزارا سمع و بصارت سے نہیں ہوتا انہیں پھر جاننے کے لئے ان چیزوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اس پہ محنت کرنا پڑتی ہے۔

یہ مومنٹ شروع کرنے سے پہلے حضرت رحمتہ اللہ تعالے علیہ نے المرشد جاری فرمایا اور تب سے لیکر اس کے شروع کے دنوں سے لیکر آج تک پوری دیانت داری سے کسی پر طنز، کسی پر چوٹ کئے بغیر خالص اور کھرا کھرا دین، اس میں عقیدے کا پہلو، عبادات کا پہلو، اقتصادیات کا پہلو مختلف انداز سے زیر بحث چلا آرہا ہے۔ آج تک اسے ہم نے قصے کہانیوں سے آلودہ نہیں کیا۔ اخباری خبروں کی نذر نہیں ہونے دیا۔ اس میں قارئین کی ذاتی دلچسپی کی کوئی چیز داخل نہیں کی حتی کہ اب تک اسے اشتہاروں سے بھی بچائے رکھا لیکن اب اس کی بقا کے لئے، اسے قائم رکھنے کے لئے اشتہاروں کا سہارا لینا پڑ رہا ہے اب تک ہم یہ کوشش کرتے رہے، سال پہلے تک کہ جس صفحے پہ اشتہار آنا ہے اس پہ بھی کوئی معلوماتی بات آئے۔ پڑھنے والے کیلئے اس میں کوئی علم آئے بجائے اس کے کہ ہم اس میں کسی بات کا اشتہار دیں اس کا کوئی صفحہ معلومات سے خالی نہ رہ جائے۔ اب وہ معلومات کا ایک ایسا خزانہ ہے کہ اگر آپ کو سنہ اسی بیاسی کا بھی یا جب سے المرشد شروع ہوا ہے تب کا کوئی رسالہ مل جائے تو وہ پرانا نہیں ہے چونکہ معلومات یا علم تو پرانا نہیں ہوتا۔ باتیں پرانی ہوتی ہیں میری آپ کی باتیں پرانی ہو جاتی ہیں، اللہ رسول ﷺ کا ارشاد پرانا نہیں ہوتا ہر عہد میں نیا ہے، ہر وقت کی ضرورت ہے۔ المرشد کی یہ خاصیت ہے کہ جو پہلی کاپی آئی تھی وہاں سے لیکر آج تک آپکو کہیں کوئی کاپی مل جائے آپ اسے پڑھنا شروع کردیں اس میں ویسی ہی معلومات، ویسی ہی دلچسپی قائم و دائم ہے جیسی آج ہے۔ اب اسے اپنی بقا کے لئے اشتہاروں کا سہارا لینا پڑ رہا ہے جب کہ ہم کہتے ہیں کہ موت پر بیعت کرنے والے ساتھیوں کی تعداد دو لاکھ ہے Other Wise ساتھیوں کی تعداد چار لاکھ ہے اور اگر گورنمنٹ ملازمین شامل کیے جائیں تو آٹھ لاکھ ہو جاتی ہے مزے کی بات یہ ہے کہ ان میں چار پانچ ہزار بمشکل سے وہ لوگ ہوں گے جو پڑھتے ہیں ان میں تین چار وہ ہوں گے جو المرشد پڑھ کر لکھتے بھی ہیں جی کسی مضمون پہ کوئی سوال پیدا ہو جاتا ہے کسی کی وہ تائید کرنا چاہتے ہیں یا کوئی شکریے کا خط لکھ دیتے ہیں کہ بہت اچھا مضمون تھا یا کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو پوچھ لیتے ہیں ایسے چار پانچ ہوتے ہیں۔ اگر ذوق مطالعہ کا یہ عالم رہا تو کام کیا ہوگا ہمارا حق تو یہ ہے کہ ہم المرشد کی وہ آن قائم رکھیں کیونکہ یہ نان پرافٹ بیس پر ہے اس میں کوئی منافع نہیں ہے اور نہ اس میں کسی کو منافع لینا مقصود ہے۔ ورنہ ایک ایک رسالے پہ لوگ کروڑ پتی بن گئے ہیں خواہ وہ دینی ہے یا دنیاوی۔ دینی والے بھی کسی کے حق میں، کسی کے خلاف صدیوں مضمون لکھتے رہتے ہیں اور اس شہرت پہ بیچتے رہتے ہیں اور پیسہ کماتے ہیں، دنیوی رسالے فواحشات چھاپ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔ کوئی مرے یا جیئے انہیں پیسے سے غرض ہے لیکن یہ ایک آپ کا ایسا رسالہ ہے جس میں اول و آخر محض اللہ کے لئے بغیر کسی پر طنز کیے، بغیر کسی جھگڑے فساد کے محض معلوماتی باتیں دی جاتی ہیں۔ تو کیا یہ شرم کی بات نہیں؟ کہ اسے اب اپنا وجود قائم رکھنے کیلئے اشتہاروں کا سہارا لینا پڑے۔ اتنی زیادہ سالانہ قیمت اس کی نہیں ہے کہ ایک سال میں آدمی ڈیڑھ سو یا دو سو روپیہ نہ دے سکے۔ تو محض کاغذ کی اور چھپائی کی قیمت لی جاتی ہے اس پر کوئی پرافٹ نہیں لیا جاتا اور کتنے کمال کے وہ لوگ ہیں جو کئی سالوں سے رات دن اس پر کام کر رہے ہیں اور ان میں سے کوئی تنخواہ نہیں لے رہا۔ کیا ساتھیوں کو اس بات کا احساس ہے کہ جو دن رات اس کی کتابت کرواتے ہیں مضمون جمع کرتے ہیں اور ان کی اغلاط لگاتے ہیں، اسے Look After کرتے ہیں، اسے ترسیل کرتے ہیں، اسے گھر گھر پہنچاتے ہیں ایک ایک ساتھی تک پہنچاتے ہیں تو جماعت کے ساتھی جتنے کام کرتے ہیں ان میں سے کوئی اس کے فنڈ میں سے پیسہ نہیں لیتا۔ روزی کہیں اور کماتے ہیں اور کام آکر اس کا پارٹ ٹائم میں کرتے ہیں۔

اتنی بڑی جماعت کے ہوتے ہوئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کی اشاعت تو اب تک لاکھوں میں جانی چاہئے تھی اور پھر ایک مہینے میں اگر یہ ساٹھ صفحے کا چھوٹا سا رسالہ ہو تو کیا دو صفحے ایک دن میں پڑھے نہیں جا سکتے؟ آپ لے کر رکھ دیتے ہیں اور پھر وہی باتیں جو اسی میں چھپ چکی ہوتی ہیں، آپ خطوں میں پوچھتے ہیں اسلیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ساتھی اسے کم پڑھتے ہیں کہ وہ مضمون وہ بات سوال کا جواب اس المرشد میں بھی ہوتا ہے میری ٹیبل پہ بھی پڑا ہوتا ہے اور اسی کے بارے خطوط آ رہے ہوتے ہیں کہ جی بتائیں یہ کیسے ہے وہ کیسے ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نے المرشد یا تو خریدا نہیں، خریدا ہے تو المرشد دیکھا نہیں۔ جتنی کاپیاں بچ جاتی ہیں پچھلے سال میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان کی ترتیب وار سال سال کی جلد بندی کر دو کچھ صاحب ذوق لوگ خرید کر لے گئے وہ ساری بک گئیں اسلئے کہ وہ معلومات پرانی نہیں ہوتیں وہ کوئی اس طرح کا رسالہ نہیں ہے جس میں افسانے یا ناول ہوں کہ جی ایک بار پڑھا پڑھنے کو جی نہیں چاہتا وہ ساری دینی معلومات ہیں قرآن اور حدیث ہے۔

تو انقلاب کی پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں کس بات کا انقلاب بپا کرنا چاہتے ہیں، آپ اسے جانتے ہوں دوسری بات یہ ہے کہ اس مقصد کے ساتھ خلوص ہو اور اس میں شک نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ شاید ممکن ہے میں صحیح ہوں ہوسکتا ہے میں غلطی پر ہوں اس طرح بات نہیں بنتی۔ پہلے یقین اپنا اس کام پہ مستحکم ہو۔

اب یہ راہ نورد شوق ایک کتاب آئی ہے۔ اسی کتاب کے مرتب کرنے والے نے، اللہ اسے جزائے خیر دے، بڑی عجیب محنت کی اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ من جانب اللہ ہوا یا یہ ایک کرامت ہے کہ ہزار صفحے کی کتاب الاخوان سلسلہ اور جتنے شعبوں میں کام ہو رہا ہے، بینکنگ سے لیکر رفاہی اداروں تک سیاسی مہمات ۔ ہم چاہتے کیا ہیں؟ انقلاب۔ کس کی بات کرتے ہیں؟ وہ ہے کیا؟ اسلام کیا ہے؟ کس معاشی نظام کی ہم بات کرتے ہیں؟ کس عدالتی نظام کو چاہتے ہیں؟ کونسا تعلیمی نظام ہم چاہتے ہیں؟ ان ساری معلومات کو ایک کتاب میں سمو دیا گیا۔ جتنا ہمارا مشنری وقت ہے اس میں اب تک پیش رفت کیا ہوئی ہے ہمارا ٹارگٹ کیا ہے؟ اور اس کے لئے کیا کرنا باقی ہے اور یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک سال کی قلیل مدت میں موئف نے یہ ساری معلومات جمع کیں ان کی کتابت کروائی اور پانچ پرنٹ اس کتاب کے نکلے۔ یہ میرے علم میں ہے کہ ایک پرنٹ آیا اس کو دیکھا اس پہ تبدیلیاں کیں پھر دوسرا آیا عام کتابوں کے دو پرنٹ آتے ہیں اور کسی پر بہت تحقیق کی جائے تو تین پرنٹ آ جاتے ہیں چوتھے میں کتاب چھپ جاتی ہے۔ اس کے چار نہیں پانچ پرنٹ پہلے آئے اور اس کے بعد چھٹے پرنٹ میں کتاب چھپی۔ ہزار صفحے کی کتاب ہے مارکیٹ کے جو ریٹس ہوتے ہیں اس میں اسکی قیمت آٹھ سو یا ہزار بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا ہے لکھائی اچھی ہے تصاویر بڑی مہنگی ہوتی ہیں جو اس میں ہیں۔ تصاویروں کی چھپائی اور انہیں منتقل کرنا ایک مہنگا عمل ہے لیکن اسکی رعایتی قیمت ہم نے ساڑھے چار سو رکھی اور میں نے کہا جی یہ پہلا ایڈیشن ساڑھے چار کی بجائے آپ تین سو میں بیچ دیں تا کہ جو لاگت ہے وہ پوری ہو جائے اور ساتھیوں تک یہ معلومات پہنچ جائیں۔ کہیں مارکیٹ میں کوئی گھٹیا سے گھٹیا کتاب جو ہزار صفحے کی ہو تین سو میں مل سکتی ہے، سوچا بھی نہیں جا سکتا یہ صرف اسلئے ہے کہ آپ لوگوں کو جو کرنا چاہتے ہیں اور جو کرنا ہے اور جو کر رہے ہیں اس کے لئے آپ کے پاس معلومات تو ہوں۔ آپ اجتماعات کرتے ہیں آپ ڈونیشنز دیتے ہیں آپ اپنا پیٹ کاٹ کر اس میں فنڈز مہیا کرتے ہیں تو وہ کہاں جا رہے ہیں، کہاں غرق ہو رہے ہیں، اس کا کیا نتیجہ مرتب ہو رہا ہے یا اسمیں کیا مثبت پیش رفت ہوئی ہے کیا یہ سب کچھ جاننا آپ کا حق نہیں ہے؟ یا اب تک ہم کیا کر چکے ہیں یا ہم کرنا کیا چاہتے ہیں اس کیلئے مزید کن کاموں کی ضرورت ہمیں پیش آ سکتی ہے یہ سب جاننا آپ کا کام نہیں ہے؟

اچھی بات ہے آپ لوگوں کو شوق ہوتا ہے میں آؤں میں روز بیان کروں آپ لوگوں کی محبت ہے اللہ کے ساتھ اللہ کے دین کے ساتھ، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، اپنے شیخ کے ساتھ، آپ بات سننا چاہتے ہیں لیکن کیا ان کتابوں میں، المرشد میں، رہ نورد شوق میں، ہماری لائبریری کی کتابوں میں، ساری اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ آسان کام تو ہوتا ہے کہ کوئی شخص بتاتا رہے ہم سنتے رہیں لیکن تھوڑی سی محنت اس کے لئے چاہیے ہوتی ہے کہ ہم اس خزانے کو کھول کر خود بھی کچھ موتی چن لیں۔ تو یہ ٹھیک ہے میری ذمہ داری ہے میں بیان کروں

www.naqshbandiaowaisiah.com

اور میں اس بات پہ بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ میں سننے کا جذبہ اور شوق اور لگن اور محبت موجود ہے لیکن سب یہی کافی تو نہیں ہے وہ سارا کچھ جو ان ہزاروں صفحوں میں سمو دیا گیا ہے وہ سارا کچھ میں آپ کے سامنے ایک دن میں دو دن میں تین دن میں تو دہرا نہیں سکوں گا۔ کسی کے پاس یہاں ایک دن ہوتا ہے کسی کے پاس دو دن ہوتے ہیں کسی کے پاس چار، میں جو آج بات کر رہا ہوں، یہ جو میں نے بات کی ختم ہوگئی۔ اب یہ آگے تو آپ لوگوں سے پہنچے گی نا، یہ بھی ایک جہاد ہوگا کہ آپ یہ بات پوری جماعت کو پورے ساتھیوں کو پہنچائیں، انہیں اس اہمیت کا احساس دلائیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ جو محنت ہم نے کی تھی نظام کی تبدیلی کیلئے الحمدللہ اسے یہ پذیرائی ملی کہ ملک کا ہر شخص ریڑھی بان سے اور چھابڑی والے سے لیکر بڑے سے بڑے تاجر تک نظام کی تبدیلی پہ متفق ہو گئے حتی کہ حکمرانوں کو کہنا پڑا کہ نظام تبدیل ہونا چاہئے۔ ہماری مراد تبدیلی سے یہ تھی کہ یہ باطل نظام تبدیل کر کے اسلام نافذ کیا جائے لیکن اس ساری محنت کا جب چودہ کروڑ بندہ تبدیلی کا کہہ رہا ہے تو اس کا جواب جو حکومت دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح اسی نظام میں دو چار تبدیلیاں کر کے کہہ دیا جائے جی نظام تبدیل ہو گیا یعنی اصول وہی رہیں بنیاد وہی رہے، دو چار شاخیں ادھر سے کاٹ کر ادھر پیوند کر دی جائیں۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریت ترتیب دی تھی، یہاں ضلعی کونسلیں بنا دو اور بس جی وہ اختیارات تقسیم ہو گئے، نظام بدل گیا۔ فیصلے کس کے مطابق ہوں گے؟ اسی پرانے پینل کوڈ کے مطابق۔ چالان کس کیمطابق ہو گا؟ اس پرانے کے مطابق۔ شہادتیں کس کے مطابق ہوں گی، اسی سابقہ کیمطابق۔ معاشی نظام کونسا ہوگا؟ وہی سودی ہوگا۔ سب کچھ وہی رہا اور کہا کہ نظام بدل گیا۔ اگر یہ تبدیلی قبول کر کے ہم مطمئن ہو جاتے ہیں تو پہلے پچاس پچپن سال لگے اب شاید ایک صدی مزید درکار ہو کہ عام آدمی کو متحرک کیا جائے نظام کی تبدیلی کے لئے تو صحیح محنت کا وقت اب آیا ہے کہ اب یہ ثابت کیا جائے کہ جناب یہ ہیرا پھیری نہیں چلے گی، اسے سیدھا سیدھا اسلام سے اور اسلامی نظام سے تبدیل کیا جائے اور اس کے لئے بڑی بھرپور جدوجہد رات دن کی محنت اور ہر آدمی کو یہ بتانا مقصود ہے کہ بھئی کیا فراڈ ہو رہا ہے ہمارے ساتھ۔ ورنہ ایک جو تجسس جو طلب بن گئی تھی کہ نظام تبدیل ہونا چاہیے اس کو اگر اس طرح سرد کر دیا گیا کہ چار بندوں کو ضلعوں پہ مسلط کر دیا گیا اور وہاں بھی پھر وہی لوگ آئیں گے جو ووٹ خریدیں گے جو برادری (Basis) پہ ووٹ لیں گے یا اپنے کہیں پیر صاحب آ جائیں گے، کہیں ارباب صاحب آ جائیں گے، کہیں وڈیرا صاحب آ جائیں گے، کہیں زمیندار صاحب آ جائیں گے، وہاں بھی عام آدمی نہیں آئے گا۔ بجائے اس کے کہ بڑے بڑے ڈاکو صوبے اور مرکز میں بٹھائے جائیں انہیں اب بنیادی سطح سے شروع کیا جائے تا کہ ہر جگہ ان کا قبضہ ہو جائے تو یہ تو شکنجہ مزید کس جائے گا۔

تو اس کے لئے میری گزارش ہے کہ ہر ساتھی اپنے لئے فرض سمجھ کر المرشد خریدے کہ یہ میرے فرائض میں سے ہے، اس مشن کو زندہ رکھنا بھی تو ہمارا فرض ہے اس بات کو قائم رکھنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ضرورت سمجھ کر خریدے اور منگوائے تا کہ ہمیں مزید چھاپنے پڑیں اور یہ لکھوا نہیں کہ بھئی اشتہاروں کی بجائے معلومات دو ہمیں اشتہارات نہیں چاہئیں اور ہم اشتہار اس لئے نہیں دے رہے کہ ہم اس سے منافع لینا چاہتے ہیں، مجبور ہو کر اس لئے دے رہے ہیں کہ اس کی قیمت پوری نہیں ہوتی۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ جہاں قال اللہ اور قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہئے وہاں اسلم برانڈ یارن کا اشتہار لگا ہوتا ہے یہ کتنے دکھ کی بات ہے اس لئے پورے ساتھیوں کو تلقین کیجئے یہ کیسٹ ہر ساتھی تک پہنچائیے ہر ضلعی دفتر تک پہنچائیے، ہر مرکز تک، ہر فرد تک پہنچائیے اور سب سے گزارش کیجئے کہ یہ ہمارا پہلا فریضہ ہے۔ یہ کتاب معلومات کا ایک خزینہ بن گئی ہے محض ثواب کے لئے یا کسی ایک کی بڑائی کے لئے نہیں لکھی گئی بلکہ یہ ساری جدوجہد کا ایک خلاصہ یکجا جمع ہو گیا ہے۔ ہم ایک دفعہ اس کتاب سے گزر جائیں تو ہمارے سامنے آئینے کی طرح آ جاتا ہے کہ سلسلہ کیا کر رہا ہے ضرورت ذکر اس میں موجود ہے۔ الاخوان کے بننے کا سبب اس میں موجود ہے۔ الاخوان کا ٹارگٹ اس میں موجود ہے۔ اب تک کیا کچھ ہو چکا موجود ہے۔ تعلیمی نظام کی بحث اسمیں موجود ہے۔ رفاہی کام کی بحث اسمیں موجود ہے۔ آپ کی بلاسودی بنک کی ساری معلومات اس میں موجود ہیں یعنی جو کام جہاں تک پہنچا ہے اور جس طرح کیا گیا ہے وہ ساری معلومات کہ جب کوئی سوال کرے کہ کیا کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

رہے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ تو آدمی بات تو بتا سکے۔تو کوشش کیجئے بلکہ اتنا بوجھ ڈالیے المرشد پر کہ وہ اشتہاروں سے نکل کر اپنی اصل سطح پر آ جائے۔

آج اس میں تجارتی اشتہار ہیں کل پھر وہ فلمی بھی دے گا اگر یہی عالم رہا تو جسے اشتہاروں کے زور پہ زندہ رہنا ہے اسے تو پھر وہ اشتہار دینے پڑیں گے جن میں اسے پیسے زیادہ ملیں گے۔تو میں تو ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ یہ عام کاروباری اشتہار بھی ہماری ناکامی ہے،ہمارے لئے باعث شرم ہے کہ ہم نے برسوں اس کا ہر صفحہ اشتہاروں سے بچا کر رکھا ورنہ یہ جتنے رسالے ہیں یہ چلتے ہی اشتہاروں پر ہیں۔رسالوں کی اصل آمدن جو ہوتی ہے وہ ان کی فروخت سے نہیں ہوتی ان کی شہرت اور ان کے اشتہاروں سے ہوتی ہے اور ایک ایک رسالے کے اشتہار جمع کرنے پہ جو بندہ مقرر ہوتا ہے اسکی تنخواہ پندرہ پندرہ ہزار ماہوار ہوتی ہے اور ٹی اے ۔ڈی اے وہ الگ لیتا ہے آنے جانے کا۔سب سے زیادہ تنخواہ اس بندے کو ملتی ہے جو رسالوں کو اشتہار لا کر دیتا ہے۔اس لئے آپ کوئی رسالہ بھی کھولیں باہر کے صفحے پہ اشتہار،اندر کے صفحے پر بھی اشتہار،اندر کے صفحے پہ بھی اشتہار،فہرست مضامین سے پہلے دس صفحے اشتہار،خاتمے سے پہلے بیس صفحے اشتہار،اندر کے ہر صفحے کے ہر افسانے پر ،ناول کے خاتمے پر ایک اشتہار یہی حال آپ کے ٹیلی ویژن وغیرہ کا ہے،ریڈیو کا ہے کہ دس باتوں کے بعد اشتہار ،پندرہ منٹ کی باتیں دس منٹ اشتہار ،یہ سارے جو ہیں یہ کماتے ہیں اشتہاروں سے ۔دس قسم کے صابن کی وہ تعریف کیے جا رہے ہیں وہ اچھا ہے یا برا اس لیے کہ انہوں نے پیسے لیے ہیں جو انہیں کہا لکھ کر لا ئیں دیجئے انہوں نے پڑھنا ہے صابن اچھا ہے یا برا،دوائی صحیح ہے یا غلط اس سے بندہ بچے گا یا مرے گا یہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔انہوں نے پیسے لیے ہیں انہیں دو سطریں لکھ کر دی گئی ہیں وہ انہوں نے پڑھنی ہیں،اللہ اللہ خیر سلا۔

تو المرشد کو اشتہاروں سے پاک ہونا چاہئے اللہ ساتھیوں کو یہ ہمت دے اس کی خریداری بڑھے اور اسکے سارے صفحات قال اللہ وقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہوں ۔ یہ کتاب خریدیئے اسکا دوسرا ایڈیشن شاید آپکو پانچ سو سے کم میں نہ ملے۔چونکہ اس کی فروخت میں جو کمی آئے گی اگلے ایڈیشن پہ اس کا بوجھ آئے گا تو اس دفعہ کی ایک ہزار کتاب ہے اور ساتھیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔تو یہ خرید لیجئے۔

انشااللہ اس کا دوسرا ایڈیشن جلدی آئے گا میں نے انہیں باؤنڈ کیا ہے کہ یہ پہلا ایڈیشن بکسٹالوں پہ نہ دیا جائے باہر نہ دیا جائے اگر چہ یہ ساری معلومات اس آدمی کے لئے ضروری ہیں جو ہم سے واقف نہیں ہے ،نئے لوگوں کو جماعت سے اور نئے لوگوں کو تنظیم سے متعارف کرانے کا سبب ہے۔

لیکن چونکہ اکثریت جماعت کی اور تنظیم کی خود واقف نہیں ہے متفق ہے ہمارے ساتھ،جان دینے کو تیار ہے،لیکن اسے یہ نہیں پتہ کرنا کیا ہے۔

یہاں جب نئے نئے لوگ شیعہ بننے شروع ہوئے ورلڈ وار سے پہلے یہاں شیعہ کوئی نہیں تھا۔ورلڈ وار میں لوگ ایران میں رہے فوجی ملازم اور وہ واپس آئے تو وہاں سے اپنے ساتھ یہ عقیدہ بھی لے آئے۔اس کے بعد یہاں گاؤں میں اور علاقے میں یہ وبا پھیلی تو ایک یہاں ساتھ کے گاؤں کا تھا فتح محمد اس کا نام تھا تو وہ شیعہ ہو گیا ۔اسے پھتو کہتے تھے اور اسی کے نام کے ساتھ شیعہ لگا پھتو شیعہ ۔لوگوں نے نام ہی بگاڑ دیا چونکہ وہ شیعہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اسے کہتے تھے پھتو شیعہ تو اس کا بھائی بھی شیعہ ہو گیا۔اس سے کسی نے پوچھا کہ بھئی آپ نے بھی عقیدہ بدل لیا ہاں کہنے لگا بدل لیا ہے۔تو کونسا عقیدہ ہے؟ اب اسے شیعہ لفظ نہیں آتا تھا وہ کہنے لگا بھئی میرا وہ پھتو بھائی والا مذہب ہے۔یعنی خود کو تو شیعہ نام نہیں آتا تھا تو کہنے لگا میرا عقیدہ وہی ہے جو پھتو بھائی کا ہے۔

تو جان دینے کیلئے جو لوگ تیار ہیں ان کا مسلک یہی ہے کہ ہم حضرت کے ساتھ متفق ہیں۔بھئی حضرت چاہتے کیا ہیں؟ یہ پتہ نہیں ہے۔تو مقصد کو جاننا اس پر یقین کرنے کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔شخصی اعتماد بھی اچھی بات ہے لیکن جاننا جو ہے وہ نورٌ اعلیٰ نور ہوتا ہے۔ان کتابوں کو لے لیجئے اور اگلا ایڈیشن آپکو پانچ چھ سو سے کم میں نہیں ملے گا۔ تاکہ دوسرا ایڈیشن جو ہے وہ بکسٹالوں پر اور عام آدمیوں کو جو لوگ جماعت سے تنظیم سے،سلسلے سے واقف نہیں ہیں ان کو دیا جائے اور سب احباب کو تلقین کیجئے کہ المرشد کو اشتہاروں سے بچائیں اور یہ ہماری ضرورت ہے کہ ہم جانتے ہوں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

وآخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين

www.naqshbandiaowaisiah.com

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دنیا کے بیشتر ممالک میں الاخوان کے جانباز موجود ہیں۔ پاکستان کا کوئی شہر' کوئی قریہ کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں یہ جانباز موجود نہ ہوں۔ کم و بیش دو لاکھ افراد کی موت پر بیعت ہے۔ اب آپ کی موت کا وقت آگیا ہے۔ میں نے بہت پہلے بتادیا تھا کہ میں آپ کو دنیا اور دنیوی زندگی کی دعوت نہیں دے رہا' میرا راستہ موت کا راستہ ہے۔

خطاب = محمد اکرم اعوان

دارالعرفان 4/8/2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ یاایھا الرسل کلو من الطیبت واعملو صالحا" انی بما تعملون علیم

سورۃ مومن کی اٹھارہویں پارے کی یہ ایہ کریمہ ہے

کتاب اللہ کا حکیمانہ انداز یہ ہے کہ جب کوئی حکم انتہائی اہم ہوتا ہے تو اسے انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کے حوالے سے ارشاد فرمادیا جاتا ہے تاکہ تمام امت کو اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ نبی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تو کوئی دوسرا اس سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتا ہے جیسے آج کوئی ملکی قانون ایسا ہے جس سے صدر مملکت یا چیف ایگزیکٹو بھی مستثنیٰ نہ ہو تو پھر کوئی دوسرا کیسے سوچے گا کہ میرے لئے اس میں استثنیٰ ہے اس ایہ کریمہ میں اس سے بھی بڑھ کر تاکید ہے کہ اس میں تمام رسولوں کو **یاایھا الرسل**۔ انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی مقدس جماعت میں صاحب کتاب اور نئی شریعت لانے والے نبی کو رسول کہتے ہیں اور اسی کتاب اور اسی شریعت کو آگے زندہ رکھنے کے لئے جو مبعوث ہوتے ہیں انہیں نبی کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر سارے نبی' نبی ہوتے ہیں پھر انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام میں رسول ہیں اور رسولوں میں پانچ ہستیاں اولوالعزم ہیں آدم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یہ پانچ اولوالعزم ہیں رسولوں میں۔ نبیوں کے پیشوا رسول' رسولوں کے پیشوا یہ پانچ اولوالعزم اور ان کے امام محمد رسول اللہ ﷺ۔ اب جب ایک ایسا جامع لفظ استعمال فرمایا گیا

یاایھا الرسل۔ تو یہ تمام انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کو محیط ہے اور سب کے لئے ایک جامع حکم ہے۔ کلوا من الطیبت فاقہ کشی کا حکم نہیں دیا' کھانے پینے سے روکا نہیں' اچھا کھانے سے منع نہیں کیا ایک پابندی لگادی کہ کھانا طیب ہو۔ اب طیب یا پاکیزہ سے مراد یہ ہے کہ جو کھانا حلال آپ کما کر لائے اگر اس میں کوئی ناپاکی شامل ہو گئی تو پھر بھی وہ کھانے کے قابل نہیں رہا اور حرام تو طیب ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آدمی حرام کھاتا ہے تو اس میں تو طیب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو **تنبیہہ** ان لوگوں کے لئے ہے جو جائز وسائل سے حلال رزق پیدا کرتے ہیں' وہ حلال رزق بھی طیب ہونا چاہیے۔ ناپاک برتن میں نہ پکایا جائے' ناپاک ہاتھوں سے آٹا نہ گوندھا جائے' ناپاک چیز اس میں کوئی شامل نہ کر دی جائے۔ تو جامعیت کی حد یہ ہے کہ خطاب فرمایا

یاایھا الرسل یعنی ہر وہ بندہ جس نے اللہ کا پیغام قبول کرنے کی سعادت پائی وہ اس بات کا مکلف ہے کہ معاش کا وہ نظام اپنائے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا ہے اور اس نظام سے جو روزی حاصل کرے اسے کھانے اور استعمال کا اندازہ بھی وہ ہو جو سنت کے مطابق ہو۔ اسے طیب رکھے' پاک رکھے' صاف رکھے۔ حرام تو طیب ہو نہیں سکتا' جو حلال کماتا ہے یہ احتیاط اس کے لئے ہے کہ پھر وہ اسے پاکیزہ بھی رکھے۔ یعنی اسلام کی پہلی بنیاد معیشت ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو انسانی آزمائشوں میں سے ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ انسان کی روزی زمین پر پھیلادی گئی۔ ہر متنفس کی تخلیق سے پہلے ارواح کی تخلیق سے بھی پہلے علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ نے رزق تقسیم کر دیا۔ نصیب وہی ہوتا ہے جو اس کا مقدر ہے' کوئی قطرہ پانی کا' کوئی ایک سانس ہوا کا' کوئی ایک دانہ روزی کا' دوسرے کے حصے کا کوئی نہیں کھا سکتا۔ انسانی آزمائش یہ ہے کہ بعض لوگ اپنا حق لینے کی بجائے انہیں اللہ نے زمین پر طاقت دی ہوتی ہے اقتدار دیا ہوتا ہے بدنی قوت دی ہوتی ہے دماغی قوت دی ہوتی ہے تو اس سے ہیرا پھیری کر کے دوسروں کے حصے کا رزق چھینتے رہتے ہیں' کھا نہیں سکتے' جمع کرتے کرتے مر جاتے ہیں' کھاتے تو وہی ہیں جن کے نصیب میں ہوتا ہے۔ کھاتے اتنا ہی ہیں جتنا ان کا اپنا ہے باقی کو جوڑ جوڑ کے کسی کا وال سٹریٹ والے کھا جاتے ہیں' کسی کا ورلڈ بینک والے کھا جاتے ہیں' کسی کا امریکن بنک کھا جاتے ہیں' کسی کا یہاں ڈاکٹرز' کسی کا چور' کسی کا ڈاکو' کسی کے ورثاء پیچھے آجاتے ہیں اور شاید ان کو بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں ہوتا لیکن وہ چھین چھین کر جمع کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان کا ایمان اس پر ہو کہ ہمیں صرف حلال کھانا ہے تو یہ جو معاشی چھینا جھپٹی ہے اس سے باز آجائیں۔ دوسرے کا حق لینا تو حرام ہے تو جب اسے استعمال نہیں کرنا اس سے استفادہ نہیں کرنا' اس روپے سے لباس نہیں بنا سکتے' اس روپے سے کھا پی نہیں سکتے' گاڑی نہیں

خرید سکتے' گھر نہیں بنا سکتے' اگر بنائیں گے تو سارا حرام ہو گا۔ اب صرف ایک گھر لوٹ کھسوٹ کا بنا لیا اس حرام کی عمارت میں ذکر کرتا ہے تو ذکر کیا خاک ہو گا۔ اس میں سجدے دیتا ہے تو سجدے کیا خاک ہوں گے یا ہماری وہ مساجد جو زمین پر قبضہ کرنے کے لئے ہم دوسروں کی جگہ پر بنا دیتے ہیں اور سرکاری جگہ پر بنا دیتے ہیں غرض یہ ہوتی ہے یہ جگہ اچھی ہے اس پر قبضہ ہو جائے گا مسجد کو کوئی گرا نہیں سکے گا۔ یعنی مقصد ہے اس جگہ کا چھیننا نام مسجد کا آ گیا اب نماز وہاں کیا خاک ہو گی۔ عبادت ہو سکے گی وہاں جب اس کے وجود کا جواز ہی نہیں ہے؟ یہی حال ہماری روزمرہ کی روزی کا ہے کہ جوں جوں آدمی کے اختیارات بڑھتے جاتے ہیں مثلاً "میرا میری ذات پر الحمد للہ اختیار ہے لیکن میرا ایک خاندان ہے اس پر اختیار ہے شاید بہت سے لوگ میری بات سنتے اور مانتے ہوں ان پر میرا اختیار ہے' اسی طرح یہ ترتیب چلتے چلتے کسی کا صوبے پر کسی کا ملک پر اختیار ہوتا ہے تو جتنا جتنا کسی کا اختیار ہے اتنا اتنا وہ شخص مکلف ہے کہ اپنا جواب بھی دے گا اور ان سب کی طرف سے بھی دے گا۔ ارشاد فرمایا! آقائے نامدار ﷺ نے **کلکم راع وکلم مسول عن رعیتہ** او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ تم میں سے ہر کوئی حکمران ہے اس کا حلقہ حکومت مختلف ہے کسی کا محض اپنی ذات ہے کسی کا محض اپنا گھر ہے کسی کا ایک شہر دس شہر ہیں' کسی کا ایک ملک ہے تو جو اس کا حلقہ حکومت ہے اس کے لئے وہ جواب دہ ہے اس کے لئے اس سے پرسش ہو گی۔ گویا اسلامی نظام کی بنیاد معاشی نظام پر ہے اس کے بعد دوسرا درجہ ہے۔

واعملوا صالحا "کہ عمل بھی صالح کرو۔ کھاؤ طیب اور عمل صالح کرو۔ عمل صالح کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ عمل ہے جو میری ذات کے متعلق ہے اس میں میری عبادات میرا ذکر اذکار میری نماز روزہ یہ ساری کیفیات جو میری ذات سے متعلق ہیں۔ ایک وہ عمل ہے جو میرا تعلق دوسروں کے ساتھ ہے۔ جماعت کے لوگوں کے ساتھ ہے' حلقے کے لوگوں کے ساتھ ہے' علاقے کے لوگوں کے ساتھ ہے' خاندان کے لوگوں کے ساتھ ہے' ملک اور قوم کے لوگوں کے ساتھ ہے۔ تو اعمال میں وہ تعلق آ جاتا ہے جس میں آدمی کا عمل دوسرے کو متاثر کرتا ہے۔ اس عمل میں فرمایا صالحیت کا ہونا شرط ہے۔

واعملو صالحا۔ صالحیت کا تعین کیسے ہو گا کہ یہ عمل صالح ہے' یہ نیک ہے' یہ اچھا ہے؟ اگر میں متعین کروں گا تو وہ صحیح نہیں رہے گا شاید وہ آپ کو اچھا نہ لگے' آپ مقرر کریں گی کسی اور کو اچھا نہیں لگے گا' یہ منصب اس کا ہے جس نے بندوں کو پیدا کیا۔ اس کو حق حاصل ہے کہ وہ ان کے لئے فیصلہ کرے کہ یہ اچھا ہے اور یہ اچھا نہیں ہے اور یہ بتانا منصب جلیلہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا' ہر نبی کا یہ منصب ہوتا تھا کہ اپنی امت کو بتائے اور بعثت سے قیامت تک ہر متنفس جو زمین پر سانس لے گا اس کے نبی اور رسول ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ لہٰذا صالحیت یہ ہو گی کہ وہ عمل حضور ﷺ کی سنت کے' آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کے تابع ہو۔ دوست سے دوستی کس حد تک ہے' دشمن سے دشمنی کی حدود کیا ہے؟ جنگ کے ضابطے کیا ہیں صلح کا قانون کیا ہے؟ خرید و فروخت کے کونسے طریقے ہیں' کس کی عزت کرنی ہے' کس سے درگزر کرنا ہے' کس کو سزا دینی ہے یہ جملہ معاملات جو ہیں یہ واعملوا صالحا ہیں۔ حالانکہ معاش بھی اس عمل صالح کی ذیل میں آتی ہے لیکن قرآن حکیم نے اسے الگ اور اس سے پہلے ارشاد فرمایا جس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر تمہارا رزق حلال اور طیب ہو گا تو تمہیں عمل صالح کی توفیق بھی ارزاں ہو جائے گی۔ ترتیب یہ بتاتی ہے۔

یا یھا الرسل کلو من الطیبت ۔ اے جماعت انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام پاکیزہ غذا کھاؤ۔ واعملو صالحا اور عمل صالح کرو گویا ترتیب بتاتی ہے کہ جس کا رزق طیب ہو گا اسے عمل صالح کی توفیق بھی ارزاں ہو گی۔ یہ وہ تعارف ہے اسلام کا جو ایک خوبصورت جملے میں کتاب اللہ نے سارا سمندر بند کر دیا اور قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ صرف یہی ایک آیت نازل ہو جاتی۔ قران کی کوئی سی ایک آیت نازل ہو جاتی باقی 6665 آیتیں نازل نہ ہوتیں تو انسانی زندگی کا پورا ٹائم ٹیبل اس میں موجود ہے یہ جو اتنی آیتیں نازل ہوئیں یہ محض اس کا کرم اور اس کا احسان ہے کہ کلام اس کی صفت ہے اور ذاتی صفت ہے اس کی ذات کا وصف ہے کلام اور متکلم کا پرتو ہوتا ہے کلام میں۔ کسی نیک کی باتیں سنیں مزاج پر نیکی غالب آ جاتی ہے کسی بدکار کی مجلس میں بیٹھ کر سننا شروع کر دیں مزاج پر بدی غالب آ جاتی ہے بلکہ جب یہود پر عذاب نازل ہوا تو اس کی وجہ جو کتاب اللہ نے بتائی وہ یہی دو باتیں تھیں۔

اکلون للسحت وسمعون للکذب یہ حرام کھاتے تھے اور جھوٹی باتیں سنتے تھے۔ کرتے نہیں تھے' جھوٹوں کی محفل میں بیٹھتے تھے اور جھوٹی باتیں سن کر خوش ہوتے تھے۔ جھوٹ سنتے تھے' حرام کھاتے تھے گویا جھوٹ سننا جو ہے وہ بندے کو حرام کھانے تک لے جاتا ہے' اس کا سبب بن جاتا ہے۔ تو اگر جھوٹے کی بات سننے سے بندہ حرام خور ہو جاتا ہے' نیک کی بات سننے سے تائب ہو جاتا ہے تو اگر وہ اللہ کا کلام سنے تو قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ یہ رب العالمین کا احسان ہے کہ اس نے تیس پارے

www.naqshbandiaowaisiah.com

قرآن نازل فرمادیا کہ خلوص دل سے اور ایمان سے اس نظر سے اگر پڑھتے رہو کہ یہ میرے رب نے میرے لئے نازل کیا۔ ہم پڑھتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لوگوں کے لئے ہے بھئی لوگوں کے آپ ذمہ دار کب ہو گئے؟ لوگ جانیں اور ان کا نبی اور رسول ﷺ جانے اور رب جانے۔ آپ ذمہ دار ہیں اپنے۔ کبھی قرآن کو اس نظر سے پڑھ کر دیکھو کہ یہ سارے کام اوامر و نواہی' ساری تسبیحات' عبادات ساری باتیں سارے دکھ سکھ میرے لئے ہیں' میرے ساتھ بات کر رہا ہے تو اللہ کی قسم آپ کو مزا آجائے گا آپ کو پتہ چلے گا کہ رب العالمین تو آپ سے ہم کلام ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوئی اللہ سے باتیں کرنا چاہے **فلیقراء القران** اسے چاہئے کہ وہ قرآن پڑھے اللہ اس سے باتیں کرے گا۔

سو یہ ہے اسلام کا تعارف۔ ایک شعبہ ہے زندگی کا جس میں آج ہمارے دینی رہنما جن میں بہت مخلص اچھے اور بڑے بڑے عالم بھی ہیں بہت اچھے اور نیک اور صالح لوگ بھی ہیں جس شعبے میں انہیں پھنسا دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نیک لوگ ہو بھلے لوگ ہو یہ سیاسیات یہ ملکی کاروبار یہ لوگوں کے جھگڑے یہ شور شرابا یہ تو فضول کی باتیں ہیں' آپ اپنے گوشہ نشین ہوں' تسبیحات پڑھیں' مراقبات کریں' تبلیغ کریں آپ حکومت کے کاموں میں کیوں پھنسنا چاہتے ہیں۔ اس میں تو پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں' اس میں تو رسوائی ہے آپ پاک دامن پاک باز لوگ ہیں' اسے کہا گیا ہے رہبانیت' عوام سے یا عوامی امور سے یکسو ہو کر الگ تھلگ بیٹھ رہنا' جو نصیب ہے روزی کھالی' رات دن اللہ اللہ کرتے رہے' سب کے لئے دعا کر دی' کوئی بات پوچھے تو اچھی بات بتادی' کوئی سیکھنا چاہے تو دین سکھا دیا' یہ اچھا کام ہے لیکن اسے قرآن کہتا ہے رہبانیت۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے

لارھبانیتہ فی الاسلام۔ اسلام میں کسی کو زندگی کے امور سے الگ تھلگ رہنے کی اجازت نہیں۔ پہلی امتوں میں لوگ جنگلوں میں نکل جاتے' لوگ جزائر پہ چلے جاتے' عمریں بسر کر دیتے ان کے بارے بھی کتاب اللہ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے میں نے انہیں ایسا نہیں کہا تھا کہ تم دنیا سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے اپنی طرف سے رہبانیت اختیار کر لی اور میں نے انہیں منع نہیں کیا۔ یہ نہیں کہ ان کی شریعت میں رہبانیت کا حکم نازل ہوا تھا۔ یہ بات نہیں ہے حکم ان کے لئے بھی یہی تھا لیکن چونکہ وہ نبوتیں علاقائی تھیں اور قومی تھیں ہر قوم کے لئے ایک الگ نبی ہر علاقے کے لئے ایک الگ نبی تو اگر دو چار دس بندے ماحول سے الگ ہو کر اللہ اللہ کرنے لگ گئے تو رب کریم نے انہیں منع نہیں فرمایا لیکن یہ بتادیا **لارھبانیتہ فی الاسلام**۔ رہبانیت انہوں نے از خود ایجاد کر لی دنیا سے فرار حاصل کرنے کے لئے۔ جب اسلام آیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے غلط فہمیاں دور کر دیں اور فرمایا ہر مسلمان پیکر عمل ہوتا ہے۔

لا رہبانیتہ فی السلام۔

اسلام میں کوئی رہبانیت کی گنجائش نہیں عالم ہے یا بے علم' پارسا ہے یا خطاکار' امیر ہے یا فقیر اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے تو میدان عمل میں سے کٹ نہیں سکتا اسے میدان عمل میں خود کو مسلمان ثابت کرنا پڑے گا۔ ہماری خطاؤں' ہمارے گناہوں' ہمارے فرماں رواؤں کی عیاشیوں نے ہزار سالہ مسلمان حکومت کا تصور ختم کر کے غیر ملکی' غیر مسلم آقاؤں کو برصغیر پر مسلط کر دیا یہ ہم تھے جنہوں نے انگریزوں کو حکومت دی ہے۔ ہمیں یہ حقیقت قبول کرنی چاہئے کہ برصغیر کے فرماں روا مسلمان تھے ایسٹ انڈیا کمپنی کو جس نے بنگالہ وغیرہ کا نظام سونپا تھا وہ بھی مسلمان کہلاتا تھا۔ برصغیر مسلمانوں کے زیر نگیں تھا ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو سپرد کرنے کی بجائے کافروں کو سپرد کر بیٹھے۔ بدو اور اس کے خیمے اور اونٹ کی داستان دہرائی گئی سر چھپانے کی جگہ مسلمانوں کے آخری عیاش حکمرانوں نے دی اور ساری قوم کو تمبو سے باہر پھینکنے کا کارنامہ انگریز نے خود انجام دیا۔ انگریز نے آکر ہمیں غلام بنالیا پورا برصغیر ہندو مسلمان سارے سلیو Slave تھے غلام تھے انگریز کے' ایک مفتوح قوم تھی۔ لہٰذا بنیادی انسانی حقوق ختم ہو گئے۔ غلاموں کے لئے شرط تھی صرف زندہ رہنا اتنی روزی انہیں مل سکے جو زندہ رہیں اور انگریزی استعمار کی خدمت کریں اور اپنی قوم کی رگ جاں کا خون نکالتے رہیں ایسوں کو دو ٹکڑے زیادہ پھینک دو جس نے ہمارا جاگیردار طبقہ پیدا کیا جسے انگریز نے جاگیریں دیں۔ انگریز نے وطن دوستوں کو' اسلام دوستوں کو' پارسا اور نیک لوگوں کو' شرفاء کو نہیں ان غداروں کو جاگیریں دیں جنہوں نے قوم کی رگ جاں کے خون سے انگریز کے پاؤں دھوئے۔ معاشی نظام تہ و بالا ہو گیا کام سارے برصغیر کے رہنے والے لوگ کرتے تھے اور فائدہ انگریز کی جیب میں جاتا تھا۔ تعلیمی نظام تباہ کر دیا گیا حالانکہ جب انگریز کا قبضہ ہوا تو برصغیر میں جو رپورٹ سب سے پہلے لارڈ میکالے نے برطانیہ بھیجی وہ رپورٹ پہلے انڈیا آفس لائبریری لندن میں تھی اب جناح لائبریری لاہور میں اس کی نقل پڑی ہے کوئی دیکھنا چاہے تو دیکھ لے۔ لارڈ میکالے کی رپورٹ کی نقل آج لاہور میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

دستیاب ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کالٹریسی ریٹ 84% ہے یعنی چوراسی فیصد مسلمان پڑھے لکھے ہیں۔ اس زمانے میں جب انگریز قبضہ کررہا تھاتو مسلمانوں کا جو ریٹ تھا پڑھے لکھے ہونے کا وہ سومیں سے چوراسی عالم فاضل تھے۔ چوراسی وہ تھے جنہیں پڑھا لکھا کہا جاتا ہے سولہ فیصد وہ تھے جنہیں آپ پڑھا لکھا نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا انہوں نے ہماری کمر توڑنے کے لئے ہمارے تعلیمی نظام کا تختہ الٹ دیا۔ ہر قوم کی تعلیم کے نظام کی بنیاد اس کی آئیڈیالوجی ہوتی ہے ہمارے نظریے ایمان عقیدے آئیڈیالوجی کو الگ کردیا گیا اور دینی مدارس کو اللہ کے نام پر چھوڑ دیا گیا۔ دنیوی نصاب جو بنایا گیا وہ صرف اس حد تک تھا کہ کسی کو اپنی قومی اور اپنی مذہبی شناخت نہ دے بلکہ O"دو جمع دو چار O" کرنے والے کلرک پیدا کردے جس سے حکومت کی مشینری چلائی جاسکے جواب تک چل رہاہے۔

معاشی نظام کو سود پر استوار کیا جو اس کے اپنے ہاں تھا۔ عدالتی نظام سے سب شرعی قواعد نکال کر پینل کوڈ جو ہے وہ انگریز نے خود ترتیب دیا جس پر آج تک عمل ہو رہاہے۔ انگریز چلا گیا لیکن کیا انگریز کے وجود کا جانا ہماری ضرورت تھی یا انگریز کے نظام کا جانا ہماری ضرورت تھی۔ اگر یہاں اب بھی انگریز بس جائیں تین ہزار چار ہزار دس ہزار کیا فرق پڑے گا۔ عیسائیوں کی تعداد ملک میں اس تعداد سے زیادہ ہے جتنے پورے برصغیر پر انگریز حکومت کرتا تھا۔ جو سرکاری آفیسرز ہوتے تھے ایک زمانے میں بنگال سے لیکر کابل کی سرحد تک ساڑھے تین ہزار آفیشل تعداد تھی حکومت کے آفیسرز کی' باقی سارے لوگ یہاں کے کام کرتے تھے اور پورے برصغیر پر حکومت کرتے تھے تو ان کے وجود کا جانا مراد نہیں تھا مراد یہ تھا کہ ہماری اپنے اور ذاتی نظام کی بیخ و بن اکھاڑ کر وہاں جو انہوں نے کافرانہ اور ظالمانہ نظام رائج کیا اس نظام کو اٹھا کر سمندر میں پھینکا جائے اور پاکستان کی قیمت انگریز کی آمد سے لیکر چودہ اگست کے اعلان آزادی تک مسلمان ادا کرتے رہے مسلمان علماء نے ادا کی' مسلمان جانبازوں نے ادا کی اور مسلمانوں کی جنگ آزادی کبھی سرد نہیں ہوئی بلکہ ایک ایک آدمی جسے انگریز نے بھی ڈاکو لکھا اور ہم سب بھی اسے ڈاکو ہی کہتے ہیں لیکن وہ ڈاکو نہیں تھے۔ وہ ان لوگوں کو لوٹتے تھے جو انگریز کے پروردہ تھے' جو ساہوکار تھے' جو سود کھاتے تھے اور ان کو لوٹ کر پیسے غریب میں بانٹ دیتے تھے بلکہ وہ ملنگی ڈاکو بڑا مشہور تھا اس کا مقولہ تھا

"دن کو راج فرنگی کا رات کو ملنگی کا"

یعنی وہ اپنے آپ کو انگریزی استعمار کے لئے چیلنج ثابت کرنا چاہتا تھا۔ کسی کو لوٹنا اس کا مقصد نہیں تھا۔ ڈاکو نہیں تھا۔ جنگ آزادی کا ایک سرفروش تھا جسے انگریز کی پولیس نے ڈاکو لکھا اور ہم اسے ڈاکو ہی بنائے چلے جارہے ہیں۔

اہل علم نے مالٹا تک قیدیں کاٹیں' لاکھوں کی تعداد میں برصغیر ہند کے علماء پھانسیوں پر لٹکے' شہید ہوئے' جیلوں میں گئے اور غازیان اسلام جہاں انتہائی مجبور ہو گئے' کوئی علم الدین پیدا ہو گیا اور راج پال کا پیٹ کھول دیا۔ سینکڑوں علم الدین ہزاروں علم الدین پیوند زمین ہو گئے' اس کے نتیجے میں جا کر یہ آزادی ملی۔ یہ محض مسلم لیگ کی موومنٹ نہیں تھی اور یہ جو کہا جاتا ہے مسلم لیگ پاکستان کی خالق جماعت ہے یہ محض ایک شوشہ ہے۔ یہ ایک تسلسل ہے ڈیڑھ سو سال کا' ڈیڑھ صدی کے شہداء کا' جن لوگوں نے ان کی آزادی کے لئے جانیں دیں انہیں تو کوئی جانتا نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا آپ نہیں جانتے پھر قیمت ادا کی انہوں نے جنہوں نے ہجرت کی' بیٹیاں لٹوائیں' بچے ذبح کروائے' گھر لٹوائے' خاندان اجڑ گئے اور لٹے پٹے یہاں آ گئے کس لئے کہ

ایک آزاد وطن ہو گا ہم اپنے نظریے اور عقیدے کے مطابق اس پر آزادی کا سانس لے سکیں گے۔ یہ ساری قیمت رائیگاں گئی اور یہاں آ کر حادثات نے ان لوگوں کو پھر ہم پر مسلط کر دیا جو انگریز کے پروردہ انعام یافتہ جاگیردار اور انگریز کے نمک خوار تھے۔ انہوں نے انگریزی نظام کو سینے سے لگا لیا اس لئے کہ اس نظام میں سارا مفاد آقاؤں کو جاتا ہے اور آقا بدل گئے اور انگریز کی جگہ دیسی گورے آ گئے ہم سب اب بھی غلام ہیں۔ ہماری روزی ہماری نہیں ہے' ہمارا مال ہمارا نہیں ہے' ہمارا گھر ہمارا نہیں' ہم تو کرایے پر رہتے ہیں۔ ہر مکان پر ٹیکس نہیں ہے گورنمنٹ کا؟ اس کا مطلب ہے جو مکان ہم نے بنایا اس کا کرایہ دے کر ہم رہتے ہیں۔ یہی حال ہوتا ہے غلاموں کا۔ ہر دکان پر پندرہ قسم کے ٹیکس نہیں ہیں؟ اس کا مطلب ہے ہم منشی ہیں' محرر ہیں' دکان پر ملازم ہیں' کسی کے باپ کے اور یہ جاگیر کسی اور کی ہے۔

ہر زمین پر پندرہ قسم کے ٹیکس نہیں ہیں؟ ہر کارخانے پر پچاس قسم کے ٹیکس نہیں ہیں؟ تو یہ ٹیکس کیا ظاہر کرتے ہیں کہ جو کارخانہ میں نے بنایا وہ میرا نہیں ہے۔ جو گھر میں نے بنایا وہ میرا نہیں ہے۔ جو وہاں بچہ میرا پڑھنے جاتا ہے وہاں میری مرضی نہیں چلتی۔ جو میں پڑھانا چاہتا ہوں وہ نہیں پڑھ سکتا جو آقا پڑھانا چاہتے ہیں اسے وہی پڑھنا ہے اور غلامی کس بلا کا نام ہے؟ جو بندہ سوچ نہیں سکتا' جو بندہ کھا پی مرضی سے نہیں سکتا جو مرضی سے بزنس نہیں کر سکتا' جو اپنے گھر کا بھی مالک نہیں ہے' وہ غلام نہیں ہے تو اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

غلاموں کے دم ہوتے ہیں یا ان کے سر پر دو سینگ ہوتے ہیں ہم سب غلام ہیں اور وہ جیتی ہوئی جنگ جس کے نتیجے میں اللہ نے ہمیں یہ ملک عطا کیا وہ جیت ابھی تک ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ ہماری اور اس جیت کے درمیان یہ حکمران اور باغی طبقہ حائل ہے۔ یہ اللہ کے باغی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے باغی ہیں یہ ہر مسلمان اور ہر پاکستانی کے باغی ہیں۔ غلامی کا علاج کیا ہے؟ محقق اور حکیم الامت فلسفے کے استاد اور قرآن کے مفسر' حدیث کے محدث اور عاشق رسول ﷺ علامہ محمد اقبال نے کہا

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں

غلاموں کی تدبیریں بھی ادھوری رہتی ہیں کہ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوتے ہیں اور وہ تلوار سے بھی کام نہیں لے سکتے کہ آقاؤں کے پاس طاقت زیادہ ہوتی ہے تو پھر فرمایا

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

جن میں یقین آجائے جنہیں اللہ پر اعتبار آجائے اللہ کے حبیب ﷺ پر اعتبار آجائے انہیں کوئی باندھ کر نہیں رکھ سکتا کوئی ایسی زنجیر نہیں ہے جو ان کے پاؤں کو اسیر کرے جو ان کے ہاتھوں کو قید کرے۔ ہمارا سرمایہ یقین تھا جسے ہم کھو چکے ہم نے کبھی گوشہ عافیت میں پناہ تلاش کی اور ایک طبقہ حکمرانوں کے لئے دعائیں کرنے پر جمع ہو گیا بس دینی طبقے بھی تقسیم ہو گئے۔ لوگوں نے جن پر اعتماد کیا جنہیں اپنا ہیرو رہنما سمجھا انہوں نے ہمیں جھوٹے لاروں پر بھی بیچنے سے دریغ نہیں کیا۔ مجھے سب کا احترام ہے میں کسی کی ذات پر تنقید کرنے کے حق میں نہیں ہوں اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں خود اس صدی کا ایک گنہگار خطاکار انسان ہوں میں کاشتکار ہوں' ایک مزدور ہوں' میری ہزاروں خطائیں میری کاشت میں ہوں گی میرے ہزاروں گناہ میری مزدوری میں ہوں گے جو کچھ جانتے ہوئے ہو گئے ہوں گے کچھ مجھے پتہ نہیں ہو گا سرزد ہو گئے ہوں گے مجھے پارسائی کا دعوی نہیں ہے۔ لیکن میں اس بات کی ضمانت دے سکتا ہوں اللہ کے روبرو کہ میں نے کبھی قوم کا سودا نہیں کیا۔ مجھے کسی حکمران کی بڑائی مرعوب نہیں کر سکی الحمدللہ اور نہ کر سکے گی۔ کسی کی طاقت خوف زدہ نہیں کر سکی اور نہ کر سکے گی اور نہ کبھی' انشاء اللہ جب تک زبان ساتھ دیتی ہے حق کہنے سے باز نہیں آؤنگا۔ ہم نے حق کی شمع روشن رکھی۔ بڑے سے بڑے عہد میں جابر سے جابر سلطان کے سامنے اور انشاء اللہ اسے زندہ رکھیں گے۔

حضرات! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ دینی رہنماؤں میں سرکردہ شخصیت مفتی محمود کے جانشین مولانا فضل الرحمٰن کی ہے۔ انہوں نے ذاتی مفاد کو دین پر بھی اور قومی مفاد پر بھی ترجیح دی۔ خود ارب پتی ہو گئے اور لوگ اسی ظالمانہ نظام میں جھلس رہے ہیں۔ انہوں نے سینٹ کے مزے بھی لے لئے' اسمبلی کے مزے بھی لے لئے اور فارن کمیٹی کی سربراہی بھی انجائے کر لی لیکن چودہ کروڑ مسلمانوں کے اور اسلام کے درمیان جو کافرانہ طاقت حائل تھی اس میں شامل ہو کر' کر لی۔ اسے چیلنج نہ کر سکے۔ جماعت اسلامی نے حکومت میں شراکت کی ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں۔ بجائے اس کے کہ اس نظام کو اسلامائز کرتے اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا اور استعفیٰ دے کر گھروں کو چلے گئے۔ ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ گھروں کو چلے جائیں؟ وہیں مرتے' ضیاء الحق انہیں قتل کرا دیتا' قید کرا دیتا' کوئی پیچھے سے خبر لینے والا کھڑا تو ہوتا کہ دین کے لئے جانیں دیں۔ یہ کیا کہ نہیں ہو سکتا تو دین کو چھوڑ کر گھر چلے جاؤ اور اب بے نظیر امریکہ کے آگے بک گئی۔ حکومت لے کر نواز شریف امریکہ کے آگے جھک گیا۔ حکومت لے کر پرویز مشرف امریکہ کی مخالفت زبانی اور عملاً" امریکہ کی غلامی کر رہا ہے لیکن حکومت لے کر۔ قاضی صاحب کو انہوں نے صرف تاثر دیا کہ آپ کو بھی حکومت دی جا سکتی ہے تو وہ فرمانے لگے امریکی اور مغربی مفادات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ ہمیں امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کا شوق نہیں ہے لیکن اگر امریکی مفادات اسلام کو اور مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچاتے ہوں تو ہماری ذمہ داری مسلمانوں کے مفادات کی نگہداشت ہے' امریکہ کے مفاد کی نہیں۔ دنیا داروں میں اتنا شعور تھا کہ وہ دنیا لے کر بکے' دینداروں کو اتنی سمجھ بھی نہ آئی کہ کسی نے وعدہ بھی نہیں دیا" تاثر دیا خالی........

یہ حال کیوں ہو رہا ہے؟ سیاسی قیادت ہمیں ناامید کرتی ہے' دینی قیادت ہمیں بلیک میل اور ناامید کرتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ میں اور آپ اسے اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ ہم دوسروں کے کندھے پر ڈال دیتے ہیں کہ یہ کر لے گا وہ کر لے گا۔ کیا قرآن نے الف ب ج کو مخاطب کیا ہے؟ کیا قرآن نے بڑوں اور چھوٹوں کو مخاطب کیا ہے؟ نہیں' ہر ہر فرد کو مخاطب کیا ہے اور ہر' ہر فرد اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کافرانہ نظام کو ہٹا کر اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کی سعی کرے۔ اور میرے اور آپ کے ذمے ہے کہ ہم ایک ایسی طاقت پیدا کریں' ایک ایسا شعور پیدا کریں...... ایک ایک مسلمان کو سمجھاؤ' ایک ایک مسلمان کو بتاؤ کہ ہمارے حقوق کیا ہیں اور کہاں غصب ہو رہے ہیں۔

اللہ نے ہم پر دو ٹیکس لگا دیئے ہیں ایک زمین سے پیداوار کا عشر دوسرا دولت کی پیداوار

www.naqshbandiaowaisiah.com

پر زکواۃ۔ یہ دو ٹیکس اسلام کس طرح جمع کرتا تھا۔ عہد نبوی ﷺ میں ایک محکمہ تھا جسے عاملین زکواۃ کہتے تھے جو اسی شعبے سے تنخواہ لیتے تھے اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں ہر گاؤں ہر قریئے ہر قبیلے میں جاکر زکواۃ جمع کرتے تھے۔ لائیو سٹاک پر زکواۃ ہے' اونٹوں پر زکواۃ ہے' بھینسوں پر زکواۃ ہے' گائے پر زکواۃ ہے' بکریوں پر زکواۃ ہے بھیڑوں پر زکواۃ ہے سرمایے پر زکواۃ ہے زیور پر زکواۃ ہے سونے اور چاندی پر زکواۃ ہے' کس لئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا! قوم کے امیروں سے لیکر قوم کے غریبوں پر خرچ کرو۔ یہ بیت المال کی دولت ہے جتنی کھیتیاں ہوتی ہیں' جتنی کپاس اگتی ہے' جتنا تارا میرا اگتا ہے' جتنی گندم اگتی ہے' جتنی دالیں اگتی ہیں' جتنے چاول اگتے ہیں' جتنی سبزیاں اگتی ہیں جو زمین سے پیدا ہوتا ہے جسے پانی بھی ہم خود لگاتے ہیں جتنی سبزیاں اگتی ہیں جو زمیں سے پیدا ہوتا ہے جسے پانی بھی ہم خود لگاتے ہیں اس کا بیسواں حصہ اور جو بارش کے پانی پر پلتا ہے اس کا دسواں حصہ یہ عشر فرض ہے ہر کاشتکار پر کہ وہ دے اور کون لے؟ بیت المال لے' عاملین زکواۃ لیں' حکومت لے' سرکاری ادارے لیں اور اسے قومی خزانے کے طور پر بیت المال بنایا جائے۔ ملک میں جو باہر سے چیزیں امپورٹ ہوتی ہے شرعاً" حکومت کے لئے اختیار ہے کہ وہ امپورٹڈ گڈز پر ٹیکس لگائے۔ ایک دفعہ جب وہ سرحد سے اندر داخل ہوتی ہے' اس کے بعد ٹیکس لگانا حرام ہے۔ یہ ساری دولت جمع ہو اس سے تعلیم کو مفت کیا جائے۔ ہر بچے کا بنیادی حق ہے کہ کم از کم آپ اسے لکھنے پڑھنے کے قابل کر دیں۔ تعلیم مفت ہو' کتابیں حکومت دے' اساتذہ حکومت دے' بچوں کو سکول آنے اور جانے تک کی جو گاڑیاں ہیں وہ کنوینس حکومت دے۔ ہر بیمار کا حق ہے کہ زکواۃ میں سے اس کے لئے ہسپتال اور علاج کا بندوبست کیا جائے۔ بچے بوڑھے امیر غریب سب کے لئے مفت علاج کی سہولت موجود ہونی چاہئے۔ قومی قرضے زکواۃ کا مصرف ہے۔ ہر مقروض کی جان چھڑائی جائے اگر چودہ کروڑ مسلمان مقروض ہیں یہودیوں کے تو پہلا مصرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس قرض سے نجات دلائی جائے۔ یہ بنیادی تبدیلیاں ہیں جو ہمارا حق ہے۔

آپ ٹیکس لگا رہے ہیں اس بجٹ میں تعلیم کا حصہ ہے' اس بجٹ میں ہسپتالوں کا' میڈ یکیشن کا حصہ ہے۔ اس بجٹ میں سینکڑوں ایسے محکمے ہیں جن کا تعلق ویلفیئر سے ہے۔ آپ بیت المال بناتے ہیں یہ سارے کام فری بھی ہو جاتے ہیں اور زکواۃ کے خرچ پر بھی آتے ہیں تو کیا آدھے سے زیادہ ٹیکس حکومت معاف نہیں کر سکتی اور اگر آدھے سے زیادہ ٹیکس بھی معاف ہو جائیں بچوں کی تعلیم فری ہو جائے علاج معالجہ فری ہو جائے تو کیا دو ہزار میں بھی مہینہ موج سے نہیں گزر جائے گا۔ تو کیوں نہیں کرتی حکومت؟ اس لئے کہ ہم اپنے حق کے لئے میدان میں نہیں اترتے اور جنہیں ہم آگے لگاتے ہیں وہ ہمیں بیچ کر اپنا مفاد لیتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ بے وقوف ہوں گے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مانگے پر کتاب دینے والا ہے بے وقوف ہوتا ہے کتاب خرید کر پڑھنے کی چیز ہے جسے علم چاہئے جسے کتاب سے تعلق ہے وہ کتاب خریدے چونکہ کتاب ایک دفعہ دیکھنے کی چیز نہیں ہوتی کہ ایک دفعہ دیکھی اور پھینک دی۔ کتاب تو ایک اثاثہ ہوتا ہے کہ جب کبھی وہ یادداشت دھندلانے لگے اسے پھر دیکھے' کتاب خرید کر پڑھے۔ تو جو مانگنے پر دیتا ہے اسے واپس نہیں ملتی کتابیں ضائع ہوتی ہیں پھر فرماتے تھے کہ اگر کوئی مانگ کر لے جائے اور پڑھ کر واپس کر دے تو اس دینے والے سے بڑا بے وقوف ہے کہ آئی ہوئی چیز کیوں واپس کرتا ہے۔

ہمارا عالم وہی ہے کہ جب ہم اپنے حق کی حفاظت کے لئے خود نہ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں نہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر مجھ سے روز محشر پوچھا جائے میں کہہ دوں کہ جی ہم نے تو قاضی حسین احمد پر چھوڑ دیا تھا۔ کیا یہ جواب مانا جائے گا؟ آپ کہہ دیں جی میں نے جناب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پر چھوڑ دیا تھا۔ تیسرا کہہ دے کہ جی میں نے تو عمران خان پر چھوڑ دیا تھا۔ تو کیا یہ جواب مانا جائے گا کہ قرآن نے یہی چار پانچ نام بتائے تھے باقی آپ لوگ تو ان کے پیچھے چلنے کے مکلف تھے ایسی کوئی دلیل ہے؟ اگر نہیں ہے تو جناب عملی زندگی میں آیئے یہ اللہ ذاتی اصلاح کے لئے ہے اصلاح سے مراد ہے کہ ہمارے اعمال صالح ہو جائیں اور وہ یقین---------

جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اللہ کے نام کی برکت سے اللہ پر اعتبار آجائے ذوق یقیں پیدا ہو جائے عشق رسول ﷺ پیدا ہو جائے فرمایا!

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

یہاں تو عشق کی بھی ایک قسم بن گئی ناکہ اپنے لئے کوئی اچھی چیز چاہنا عشق ہے۔ نہیں' عشق کیا ہے؟ فرمایا! عشق اللہ سے کرو' اللہ کے حبیب ﷺ سے کرو وہی اس قابل ہیں جن سے عشق کیا جائے۔ فانی دنیا کی کسی نعمت پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کا اپنا وجود نہیں ہے آپ اس پر فریفتہ ہو کر کیا کریں گے' جس چیز کا اپنا وجود ہی اپنی حقیقت ہی نہیں' بنانے والے نے بنائی' بن گئی' جب وہ اسے تباہ کر دے گا مٹا دے گا تو مٹ جائے گی' اس پر آپ کیوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

قربان ہیں؟ اس پر قربان ہو جائیے جسے کسی نے بنایا نہیں بلکہ اس نے سب کو بنایا ہے یا اس پر قربان ہو جائیے جو آپ کو وہاں تک پہنچا دے جس جیسا کوئی دوسرا اس نے بنایا ہی نہیں اور اگر یہ عشق نصیب ہو جائے تو اس کا مصرف کیا ہے

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

ہر مظلوم کو ظلم سے نجات دلا دے عشق کا مزا جب ہے کہ ہر مجبور و بے بس کی دستگیری کرے۔

اور دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

ہم نے نصف صدی محنت کی یہ نصف صدی کی محنت الحمدللہ میری ہے اور مجھ سے پہلے میرے شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اسی سالہ محنت ہے۔ بچپن کے آٹھ دس سال نکال کر بارہ تیرہ سال کی عمر سے لیکر وصال تک کے اسی سال حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس محنت پر لگے۔ غلامی کے ماحول میں آزاد ذہن پیدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ غلامی کا ماحول تھور زدہ زمین سے اور کلر زدہ زمین سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اور زمین کو، ذہنوں کی زمین کو، زراعت کے قابل نہیں چھوڑتا۔ اس کلر زدہ اور آسیب زدہ ذہنوں میں اللہ کا نام لکھنا، اس عہد کے زنگ آلود دلوں میں اللہ اور محمد ﷺ لکھنا، اس عہد کی اندھی آنکھوں پر مہر نبوت کا پھاہا رکھنا یہ ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کام کے لئے اس نے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو منتخب فرمایا اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لاکھوں دلوں میں اللہ کا نام کندہ کر دیا۔ الحمدللہ نصف صدی لگ گئی مجھے باقی ساری محض ضرورتیں ہیں اور یہ ایک میرا کام ہے۔ کھانا میری ضرورت ہے، لباس میری ضرورت ہے، کاروبار میری ضرورت ہے لیکن دلوں میں اللہ کا نام لکھنا یہ میرا مشن ہے۔ اب ماشاء اللہ یہ پودا اس قابل ہے، آج دنیا کا کوئی ملک ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے جہاں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ذاکرین نہ ہوں۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں الاخوان کے جانباز موجود ہیں۔ پاکستان کا کوئی شہر کوئی قریہ کوئی علاقہ خالی نہیں ہے جہاں یہ جانباز موجود نہ ہوں تو آپ کب تک انتظار کرتے رہیں گے۔ کم و بیش دو لاکھ افراد کی موت پر بیعت ہے اب آپ کی موت کا وقت آگیا ہے میں نے بڑی دیر پہلے بتایا تھا کہ میں آپ کو دنیا اور دنیوی زندگی کی دعوت نہیں دے رہا۔ میرا راستہ موت کا راستہ ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ اس اجتماع کے بعد باقاعدہ طور پر مہم کا آغاز کیا جائے۔ انشاء اللہ مجھے صف اول میں پائیں گے۔ ہر قریے ہر شہر ہر گاؤں میں اجتماعات منعقد کئے جائیں جو قانون اجازت دیتا ہے چار دیواری کے اندر سہی لیکن ہم بات کریں گے اور عام مسلمان کو یہ بتائیں گے کہ اسلام گوشہ نشینی نہیں ہے اسلام مقتل کی راہ ہے ظلم کی تاریکیوں میں اپنے خون جگر سے روشنی کرنے کی راہ ہے اور ہم حکمرانوں کو اور حکومت کو مجبور کر دیں گے انشاء اللہ العزیز کہ غریبوں کے حقوق دے، ظالمانہ ٹیکس ہٹائے۔ تاجروں کو ہڑتال کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی، یہ حضرات سارے ٹیکس چھوڑ دیں اور زکواۃ دیں عشر دیں اور ملکی زکواۃ کو لیٹروں سے چھین کر بیت المال میں رکھا جائے۔ دینی اداروں اور دینی مدارس کو براہ راست زکواۃ دینے کی بجائے ملک کے بجٹ میں سے ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اگر انگریزی، ملک کے بجٹ سے پڑھائی جا سکتی ہے تو قرآن و حدیث کیوں نہیں پڑھائی جا سکتی ہر مدرسے کو اساتذہ کی تنخواہ، ان کی رہائش، بچوں کی کتابیں، ان کی رہائش مفت فراہم کی جائے۔ دنیوی مدارس جتنے بھی ہیں ان میں دین کو مرج (Merge) کیا جائے۔ دینی مدارس میں دنیا کو نہیں دینی مدارس سپشلائزیشن کے لئے ہیں نصاب جو ملک کا ہے اس میں دین کو مرج (Merge) کیا جائے جو بچہ گریجوایٹ ہو کر نکلے وہ مولوی بھی ہو اب اس کے بعد وہ محدث بننا چاہتا ہے مفسر بننا چاہتا ہے فقیہہ بننا چاہتا ہے، سپیشیلائزیشن کے لئے دینی اداروں میں جائے کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد سپیشلائزیشن کے لئے امریکہ جاتے ہیں برطانیہ جاتے ہیں کیا ایسا نہیں ہوتا کہ بی ایس سی کرنے کے بعد انجینئرنگ کی ڈگری کے لئے سپیشل کالجوں میں جاتے ہیں۔ اسی طرح دین، نصاب کا حصہ ہو۔ مڈل سے لے کر گریجوایشن تک دینی نصاب مکمل ہو جائے۔ ہر گریجویٹ مولوی بھی ہو پھر وہ سپیشیلائزیشن کے لئے وہ پڑھا لکھا آدمی دینی مدارس میں جائے وہاں سے محدث بن کر آئے مفسر بن کر آئے فقیہہ بن کر آئے۔

ایک بھرپور موومنٹ جو پورے ملک کو متحرک کر دے اس کام کے لئے ہمیں حکومت سے غرض نہیں ہے۔ اگر حکمران یہ کام کریں تو ہم ان کے ساتھ ہیں اگر نہیں کریں گے تو انہیں یہ جگہ خالی کرنا ہو گی۔ اگر حکمران نہیں کریں گے تو انشاء اللہ پھر یہ کام ہم خود کریں گے میں یہ اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میں چاہتا ہوں کہ عام لوگ فوجیوں سے لڑیں فوج ایک قابل احترام ادارہ ہے اور میں فوجی خاندان کا فرد ہوں۔ میرے نانا میرے دادا میرے والد میرے چچا میرے ماموں سارے ہی فوجی تھے، آدھا فوجی میں بھی ہوں۔ آج جو فوج میں ہیں وہ ہمارے بیٹے، ہمارے جگر گوشے ہمارے بھائی ہمارے عزیز ہمارے برخوردار اور ہمارے دوست ہیں۔ فوج کوئی باہر سے نہیں آئی ہوئی۔ فوج کی بھی ضرورت ہے۔ آج جو فوج میں وردی پہن کر کھڑا ہے اس کا باپ یہاں دوائی کے لئے ترس رہا ہے۔ آج جو فوج میں وردی پہن کر کھڑا ہے اس کا بیٹا آزادانہ تعلیم

آپ کی معلومات کے لئے' چونکہ بیشتر ساتھیوں کو ہمارے مشن کے بارے بھی معلومات نہیں ہیں کہ ہم کرتے کیا ہیں' طریقہ کار کیا ہے اور چاہتے کیا ہیں' الاخوان ہے کیا' اس کا منشور کیا ہے' اس کا مقصد کیا ہے' یہ بنی کیوں۔ جب ایک ذاکرین کا سلسلہ موجود تھا تو یہ ایک ایسی جماعت جس کی شکل سیاسی بن گئی ہے یہ بنی کیوں اور اس کا فائدہ کیا ہے؟ ایک بات میں آپ کو بتا دوں یہ میں نے نہیں بنائی۔ یہ جھنڈا میری ایجاد نہیں ہے۔ یہ الاخوان کا مہر نبوت کا جھنڈا وہ جھنڈا ہے جو صفا اور مروہ کی سعی کے دوران بیت اللہ میں عطا کیا گیا ہے اور میں کوہ صفا پہ کھڑا دعا مانگ رہا تھا کہ وہ دروازہ جس میں یوم فتح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہوئے حرم میں اسے باب الفتح کہتے ہیں۔ باب الفتح پر آپ ﷺ کے دست اقدس میں یہ جھنڈا ظاہر ہوا جو میں نے اسی وقت نوٹ کرا دیا ساتھیوں کو اور وہ موجود ہے ابھی تک زندہ گواہ اور اس کے مطابق یہ نقشہ بنا۔ اس جھنڈے کو سرنگوں کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر دنیا کا کوئی شخص حکومت کی اجازت کے بغیر حکومت کی مہر استعمال نہیں کر سکتا تو مہر نبوت بھی ان کی اجازت کے بغیر استعمال نہیں ہوتی۔ اگر اپنی پسند سے لوگوں نے کرنی ہوتی تو چودہ سو سال گزر گئے کسی نے تو کی ہوتی۔ آپ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فضیلت دی کہ آپ کو سبز جھنڈے پر یہ مہر نبوت محمد رسول اللہ ﷺ عطا کی اور اس میں دیکھ لو پورے گلوب کو سمو دیا۔ آپ کو دنیا پر اسلام کو غالب کرنا ہے۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اس کی ابتداء کا وقت آ گیا۔ ہماری پوری جدوجہد پر امن ہوگی۔ ہم پر امن تبدیلی چاہتے ہیں اگر کوئی لڑنا چاہے گا تو ہمیں کمزور نہیں پائے گا۔

حاصل نہیں کر سکتا۔ آج جو فوج میں وردی پہن کر کھڑا ہے اس کا کاشتکار بھائی اس کا دکاندار بھائی اس کا تاجر بھائی حکومت کے ڈنڈوں کی زد پر ہے۔ فوج الگ نہیں ہے یہ لڑنے مارنے کی بات جو ہے یہ کافرانہ نظام کے ساتھ ہے' افراد کے ساتھ نہیں ہے' اداروں کے ساتھ نہیں ہے' اس کافرانہ نظام کو ہٹانے کے لئے اگر سارا نقشبندیہ اویسیہ اور ساری الاخوان ذبح ہو گئی تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ اس کافرانہ نظام کو مٹانے کے لئے اگر الاخوان کا ایک ایک فرد اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا ایک ایک ذاکر ذبح ہو گیا تو مجھے یہ سودا مہنگا نہیں لگتا۔

ضروری اطلاع

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ آڈیو/ ویڈیو سسٹم ممبر شپ سکیم شروع کر رہا ہیں۔ جس کے نمایاں پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

— شیخ سلسلہ کے ماہانہ بیانات ریکارڈ کر کے ممبرز کو ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں کیسٹیں ترسیل کرنا۔

— ممبر ہر ماہ ایڈوانس مبلغ 300 روپے جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

— ممبر واضح کریگا کہ وہ آڈیو یا ویڈیو سسٹم یا دونوں کا ممبر بننا چاہتا ہے۔

— دونوں کا ممبر ہونے کی صورت میں ایڈوانس 600 روپے ہوگا۔

— ڈاکخانہ کا خرچ ممبر کے ذمہ ہوگا۔

— ضلعی امیر یا صدور الاخوان اپنے اضلاع کی اکٹھی کیسٹیں منگوا سکتے ہیں۔ اس صورت میں ڈاک کا خرچ کم ہو جائے گا۔

ناظم شعبہ نشر و اشاعت' سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ٹاؤن شپ۔ لاہور۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

گردے کی چوری

تحریر۔ الطاف قادر گھمن

سرگودھا کے محمد خاں نے اپنا گردہ راولپنڈی کے ایک مریض کو 140000 روپے میں فروخت کیا اور جب واپس سرگودھا پہنچا تو اس کے گھر ڈاکو آکر وہ ساری رقم چھین کر لے گئے۔ اس خبر نے میرے دل ودماغ چکرا دیے۔ اس شخص کی گردے بیچنے کی نجانے کتنی مجبوریاں تھیں۔ اس کی ماں بیمار تھی' وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اسی کا علاج اپنے جسم کا ایک ٹکڑا بیچ کر کروانا چاہتا تھا۔ اس کی بیٹی گھر بیٹھی جوانی کی دہلیز پار کر چکی تھی۔ اس کے پاس اپنی بیٹی کے بیاہنے کے لئے کچھ نہیں تھا اپنے چھوٹے بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے اس کی آمدنی جس میں بمشکل روٹی چلا سکتا تھا کافی نہیں تھی۔ مایوس ہو کر آخر ایک دن اس نے اپنے جسم کے اعضا بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔ وہ بوڑھی ماں جس کے لئے وہ راتیں جاگ جاگ کر اس کی خدمت کیا کرتی تھی' وہ لاعلاج بستر مرگ پر پڑی تھی۔ وہ اس کے لئے وسائل کہاں سے لاتا۔ اس کی راتوں کی بے آرامی اور جاگ جاگ اپنے بیٹے کی خدمت اسے یاد آتی تو اس کا دل پسیجتا' اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ سرکاری ہسپتال جہاں مفت علاج کیا جاتا ہے وہاں بھی گیا لیکن وہ صرف دعویٰ ہی ثابت ہوا۔ علاج کے لئے تو پیسہ ہونا چاہئے جو اس کے پاس نہیں تھا۔ اور جب دوسری طرف نگاہ اٹھاتا۔ تو زرق برق گاڑیاں' رنگا رنگ لباس اور خوشحالی دیکھتا تو اپنے خدا سے کہتا یااللہ! یہ اتنی ناہمواری معاشرے میں کیوں ہے کہ ادھر شادیانے اور ادھر ماتم۔

جب ہر جگہ سے مایوس گھر لوٹا۔ تو ماں اس کے دوائی سے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر سب سمجھ جاتی اور اس کو تسلی دیتی۔ کہ بیٹا اگر اللہ نے شفا دینی ہے تو اس کے لئے دوا کی ضرورت نہیں۔ فلاں بزرگ سے دم کروا لیتے ہیں میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ مجھے ویسے بھی یہ دوائیاں تکلیف دیتی ہیں۔ وہ سب سمجھتے ہوئے خاموش ہو جاتا اور اپنے اندر شرمندگی' خجالت اور مایوسی ضرور محسوس کرتا۔ کیونکہ یہ وہ ماں تھی جو اس کے لئے سردیوں کی راتوں میں خود گیلے بستر پر ہوتی اور اس کے آرام کا خیال کرتی۔ اور آج وہ لمحہ لمحہ موت کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ اور محمد خان مجبور' دوسری طرف اس کی جواں بیٹی اپنی جوانی کی دہلیز کو عبور کر رہی تھی۔ ایسے حالات میں جب اسے کوئی امید کی کرن نظر نہ آئی ہر طرف استحصال اور مایوسی تھی۔ جتنی محنت اس کا جسم اجازت دیتا وہ اس سے بڑھ کر کرتا لیکن دو وقت کی روٹی اپنے گھر نہ لا سکا۔ وہ نہ تو ماں کی دوائی کا انتظام کر سکا نہ اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کر سکا۔ اور نہ ہی اپنے بچوں کو تعلیم مہیا کر سکا۔

محمد خان ایک دوراہے پر کھڑا تھا اسے کوئی فیصلہ کرنا تھا جہاں سے ایک طرف جرائم کی دنیا تھی۔ اس کو اپنا کردہ ہر آسائش اپنے کنبے کے لئے مہیا کر سکتا تھا بہت سوچنے کے بعد وہ اس کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ کر سکا۔ اس لئے کہ شاید وہ جرات اس کے پاس نہیں تھی۔ جب مایوس اور بے چارگی انتہا کو پہنچی تو اس نے ایک بھیانک فیصلہ کیا' بڑا ہی عجیب فیصلہ۔

گردہ فروخت کرنے کا فیصلہ

_______ کیا کرتا۔ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا' کہاں سے لاتا اتنا پیسہ کہ ماں کو مرنے سے بچا سکتا۔ کیسے اپنی پیاری بیٹی کو بیاہتا۔۔۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلاتا۔۔۔۔۔۔۔ ان کی مایوس نگاہوں کا سامنا کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ بزدل تھا۔ اس کی بزدلی اس کو اپنے جسم کا ایک قیمتی عنصر فروخت کرنے کی طرف لے گئی۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ یہ فیصلہ کرتا کہ جن لوگوں نے غریبوں کو لوٹ لوٹ کر تجوریاں بھری ہیں' ان کا گلا دباتا۔۔۔ ان کی تجوریوں کے تالے توڑتا۔۔۔۔ کسی سیٹھ کی قیمتی گاڑی چھینتا یہ اس کا حق تھا۔ کیا وہ اس معاشرے کا' اس قوم کا فرد نہیں ____ جہاں کچھ لوگ تو عیش کرتے ہیں۔ جن کو اپنی دولت اور اثاثوں کا شمار نہیں اور کچھ کے بچے ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ بے علاج مر جاتے ہیں۔ کیا ان کا اس معاشرے پر حق نہیں ہے ہم کتنے بے حس ہیں صرف اپنے آرام' سکون اور ضروریات کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ ہم نے سوچا کہ غربت اور بے کسی لوگوں کو کس طرف لے کے جا رہی ہے۔

مایوسی میں بہت تلاش بسیار کے بعد

www.naqshbandiaowaisiah.com

راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں اس کو گردے کا ایک خریدار مل ہی گیا۔ اس کی امید بھر آئی۔ اس کی آنکھوں میں روشنی کی کرن پھوٹی۔ ماں کا بیمار چہرہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ بذریعہ ایجنٹ 140000 روپے میں سودا طے پایا۔ اور حیران ہونے کی بات نہیں۔ گردہ کے خریدار سے ایجنٹ نے باقاعدہ اپنی کمیشن وصول کی۔ ایک لاکھ چالیس ہزار روپے اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچے تھے۔ یہ دولت اس نے کیسے حاصل کی اس کے لئے کیا کرنا پڑا اس کی بزدلی' اس کی کم ہمتی نے اس سے کرایا۔ جسم کا ایک ٹکڑا بیچ کر اس نے خود کو موت کے کتنا قریب کر لیا تھا صرف اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اور جب یہ رقم لیکر اپنے شہر پہنچا۔ تو اس کے اندر کیا کیا خواہشات ہوں گی ماں کا علاج کراؤں گا۔ بیٹے کو سکول داخل کراؤں گا۔ اپنی سوچوں میں اسیر تھا کہ ڈاکو اس کے گھر گھس کر وہ تمام رقم چھین کر لے گئے۔ اس کی دنیا اندھیر ہو گئی ڈاکو اس کا گردہ چھین کر لے گئے اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

یہ ڈاکہ بہت منفرد ___ گردے کا ڈاکہ ___ انسانیت پر ڈاکہ تھا۔ اس کے سہانے خواب چکنا چور ہو گئے ____ اسے کیا خبر تھی کہ ڈاکو شاید اس سے بھی زیادہ ضرورت مند ہوں۔ ان کے مسائل بھی شاید وہی ہوں۔ ان کی ضروریات بھی شاید ایسی ہی ہوں ___ لیکن محمد خان اور ڈاکوؤں نے فیصلہ اپنے اپنے انداز سے کیا۔ ایک نے جسم کا حصہ بیچ کر ____ اور دوسرے نے چھین کر۔ یہ سارا کچھ معاشرے کی ناہمواری' معاشی عدم مساوات' کافرانہ نظام کا کیا دھرا ہے۔ یہودیانہ معیشت ہمیں اس انتہا تک لے آئی ہے وسائل کی تقسیم میں ناانصافی یہ اس سودی نظام کی طفیل ہے اس کافرانہ نظام کا کیا دھرا ہے ______ کہ آج معاشرہ گردہ برائے فروخت کا بورڈ بن گیا ہے۔ لوگ اپنے اعضاء فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ مائیں اپنی بیٹیوں کے ہاتھوں پر مہندی سجانے کے لئے جسم کے اعضا فروخت کرتی نظر آتی ہیں ------ اپنے بچوں کی خوشیاں خریدنے کے لئے گردے فروخت ہوتے ہیں۔

آخر کیوں! ہم اس استحصالی نظام سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے۔ کیا اس سے بڑی ناہمواری' ناانصافی ہو سکتی ہے۔

یہ ملک' یہ وطن' یہ دھرتی تو اسلام' نفاذ اسلام کے لئے ہی حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن جاگیر دار قابض ہو گئے۔ اور اسلام کو بھول کر ہم نے مغربی' کافرانہ نظام کو ملکی نظام بنا لیا _____ یہ اس غلطی' اس بدعہدی کی سزا ہے کہ غربت اور ناانصافی کی اس سطح پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ لوگ جسمانی اعضاء فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی ظلمت میں ہمیں اسلام کا دیا جلانا ہوگا ----- نظام اسلام کو اپنانا اور نافذ کرنا ہوگا۔

یہ آج امت مسلمہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ ہماری نجات صرف اور صرف اس میں ہے۔

ماہنامہ ''المرشد'' لاہور

ماہنامہ ''المرشد'' لاہور محرم ۱۴۰۰ھ سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کا مرکزی عنوان تو ''تزکیہ نفس'' ہے۔ ''تزکیہ نفس' اصلاح باطن'' کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت کے مطابق صحیح اسلامی تصوف پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ نفاذ دین کے لئے جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس حوالے سے الاخوان کے پلیٹ فارم سے امیر تنظیم الاخوان محمد اکرم اعوان کے افکار پڑھیے۔

آیئے! المرشد کے مستقل خریدار بن کر اپنی صلاحیتوں کو علمی وفکری ارتقاء بخش کر میدان عمل میں دین اللہ کے نفاذ کے لئے متحد ہو کر کوشش کریں۔

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ ''المرشد'' اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون نمبر 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد

اور جذبہ شہادت

عطا فرما

U.K گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچرز آف ہوزری گارمنٹس

برائے رابطہ۔ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد۔ فون 665971

www.naqshbandiaowaisiah.com

جائز اور ناجائز جنازے

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 5-8-2000

خودکشی انفرادی طور پر حرام ہے لیکن اجتماعی طور پر قوموں کی خودکشی کا رجحان اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ یہ ایسا حرام فعل ہے کہ ہم میں سے شاید کوئی بھی اس لائق نہیں کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے

انسانی حیات کے لئے جس طرح ہوا اور پانی ضروری ہے جس طرح سورج کی روشنی اور رات کی ٹھنڈک ضروری ہے سانس کی آمد و شد اور دل کی حرکت ضروری ہے ان سب عوامل سے کہیں زیادہ ضروری اللہ کریم پر ایمان ہے ایمان نہ ہونے کے جو نقصانات ہیں ان میں سرفہرست یہ بھی ہے کہ آج آپ بے دین معاشرے کی شرح اموات پہ غور کریں گے تو آپ کو اس میں کثرت ایسے لوگوں کی نظر آئے گی جو خود اپنی جان لے لیتے ہیں۔

طلاقوں کی رنجش شادیوں سے زیادہ ہو گئی خاندانی تعلقات میں ٹوٹ پھوٹ ہے خاندان کی شیرازہ بندی بکھر گئی افراد تنہا ہو گئے معاشرے میں اور پھر زندگی کی مشکلات ان سے مصائب کا حل انہوں نے یہ تلاش کیا کہ موت کی آغوش میں چلے جائیں۔ اس کا اصل سبب ایمان سے محرومی ہے۔ اللہ کریم پر ایمان ہوتا تو موت کو زندگی کا خاتمہ نہ سمجھا جاتا موت واقعی حقیقی زندگی کی ابتدا تصور کی جاتا تو کوئی بھی باہوش آدمی اس دائمی زندگی میں اس حال میں داخل ہونا پسند نہ کرتا کہ وہ اپنی جان اپنے ہاتھوں لے لیتا۔ ایمان کے بعد سب سے زیادہ قیمتی نعمت زندگی ہے یہ زندگی ہی ہے جو اللہ کی دوسری نعمتوں سے مستفید ہونے کی فرصت دیتی ہے۔ یہ زندگی ہی ہے جو قرب الٰہی کو پانے کیلئے مہلت دیتی ہے۔ عالم آب و گل میں زندگی کے ساتھ مشکلات ہیں۔ اگر مشکلات نہ ہوتیں تو یہ دنیا امتحان گاہ یا آزمائش گاہ قرار نہ پاتی۔ اگر بالکل سیدھا اور صاف ایک ہی راستہ ہوتا تو ہر کوئی اس راستے پہ چلتا چلا جاتا۔ ایسے میں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا ہی نہ جاتا لوگ جنت ہی میں پیدا ہوتے، وہیں رب رب کرتے رہتے۔

عالم آب و گل کے لئے تخلیق ہوئی اور یہاں تھوڑے سے وقت کے لئے انسان اس لئے بھیجا گیا کہ اسے جو تھوڑی سے مہلت اور ایک تھوڑا سا اختیار دیا جاتا ہے اسے بروئے کار لا کر وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی راہیں کیسے متعین کرتا ہے۔ اب اگر کوئی اس مہلت، اس فرصت کو واپس کر دیتا ہے تو از خود بھی ایک اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت اسے واپس کر دینا اور کہنا کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے ایک طرح سے اس کی عظمت کا انکار اور اس کی ناشکری کی انتہا ہے، اس لئے اسلام نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو بندہ خودکشی کر سکتا ہے اس کے لئے دنیا میں کوئی خطرہ، خطرہ ہی نہیں رہتا۔ وہ اپنی جان لینے کی بجائے اگر حالات کا مقابلہ کرے تو کیا ہوگا، زیادہ سے زیادہ مارا جائے گا تو مرنے پہ تو وہ خود تیار ہے۔ جب کوئی یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میری جان رہے یا چلی جائے مجھے اسکی پرواہ نہیں تو میرے خیال میں پھر اس کیلئے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ ان کا مقابلہ اس بے جگری سے کرے کہ میں مارا بھی گیا تو کوئی حرج نہیں تو اس کے لئے بہت سی مشکلیں از خود راستہ دے دیتی ہیں۔ اللہ کریم راستے پیدا فرما دیتا ہے تو سب سے بڑا خطرہ تو یہی ہے ناکہ کام کریں گے، مارے جائیں گے تو مرنے کو تو وہ خود تیار ہے تو خودکشی کرنے والا اگر خودکشی نہ کرے بلکہ حالات کا مقابلہ کرے تو شاید بہت اچھا مقابلہ کر گزرے۔ لیکن اس کا فیصلہ بنیادی طور پر اللہ کی ناشکری، عظمت الٰہی کا انکار اور ایمان کے نہ ہونے کی دلیل بنتا ہے، اس لئے شرعاً خودکشی حرام ہے اور فقہا نے جو تشریح فرمائی ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ میں اسلئے عرض کر رہا ہوں کہ مسئلہ پوچھا گیا ہے۔ جہاں تک جنازہ نہ پڑھنے کا تعلق ہے یہ ایک تادیبی حکم ہے عام کی نظر میں لوگوں کو تنبیہ کرنے کیلئے۔ لوگوں کو اس عمل سے باز رکھنے کیلئے۔ اگر خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہ پڑھا جائے تو دوسروں کے لئے باعث عبرت بنے گا اور کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ ایسی موت مرے کہ بعد میں کوئی اس کا جنازہ بھی نہ پڑھے اور اٹھا کر قبر کے گڑھے میں پھینک دے لیکن اگر جنازہ پڑھ لیا جائے تو جنازہ پڑھنا حرام نہیں ہے۔ ورنہ جو لوگ قتل کرتے ہیں یا کسی قاتل کو پھانسی ہو جاتی ہے یا وہ بری ہو کر طبعی موت مرجاتا ہے تو کیا اس کا جنازہ ہم نہیں پڑھتے"۔

قاتل کا جنازہ سب لوگ پڑھتے ہیں تو خودکشی کرنے والا قاتل ہی ہے اگرچہ اپنے آپ کا قاتل ہے لیکن ہے تو قاتل ہی۔ جنازہ پڑھ لیا جائے تو اس میں کوئی خطا نہیں ہے لیکن تادیبی حکم ہے جو فقہاء نے لگایا ہے۔ اس رجحان کو روکنے کیلئے۔ اگر کسی شہر میں، کسی گاؤں میں کوئی خودکشی کرتا ہے مسلمان اس کا جنازہ نہیں پڑھتے تاکہ دوسرے لوگ اس امر سے رک جائیں، باز رہیں۔ تو یہ ایک تادیبی حکم ہے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ ایک روایت جہاں تک مجھے یاد ہے مجھے اب اس کے سارے الفاظ یاد نہیں لیکن مفہوم یاد ہے کہ ایک غزوے میں ایک شخص بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا اور صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم الصلوۃ والسلام کے سامنے تعریف فرمائی کہ فلاں شخص جو ہے وہ اس طرح لڑ رہا ہے جس طرح بجلی لپکتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جہنمی ہے۔ نومسلم بھی تھا یا غالباً وہاں جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آکر شامل ہو گیا تھا صحیح واقعات مجھے یاد نہیں لیکن اصل بات مجھے یاد ہے تو صحابہ اکرام بڑے حیران ہوئے لیکن کسی نے سوال کی جرات نہ کی۔ وہ شخص زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو کر گرا اور پھر ہمت اس میں باقی تھی اس نے پھر ترکش سے تیر نکالا اسے زمین پر کھڑا کر کے اپنے آپ کو اچھا کر اس پر گرا لیا اور خودکشی کر لی تو صحابہ نے آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے جو فرمایا تھا وہ صحیح ہوا۔ وہ شخص واقعی جہنم ہی میں گیا، اس نے خودکشی کر لی۔ یہ روایت خودکشی کے بارے موجود ہے تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ وہ اسلام کے لئے دین کے لئے یا ظلم کے خلاف نہیں لڑ رہا تھا۔ وہ اپنی شجاعت یا اپنے قبیلے کی شجاعت کی دھاک بٹھانے کے لئے لڑ رہا تھا۔ یعنی وہ جو بے جگری سے لڑ رہا تھا تو اس میں اسلام کے ساتھ دین کے ساتھ، اللہ کے ساتھ، اللہ کے حبیب کے ساتھ خلوص نہیں تھا بلکہ اس کی لڑائی کے پیچھے اس کا قبائلی جذبہ تھا اور خاندانی بڑائی کا ایک تصور تھا کہ میں فلاں قبیلے، فلاں خاندان کا فرد ہوں اور ہم اتنی جرات سے لڑتے ہیں۔ ایمان، اللہ کے ساتھ اس پائے کا نہیں تھا لہذا اس نے خودکشی کر لی۔

یہ تو ظاہری صورت ہے خودکشی کی، اپنے آپ کو قتل کرنے کی لیکن کیا اپنا آپ یا اپنی ذات کا قتل صرف یہ ہے کہ کوئی اپنی گردن پہ چھری چلالے یا اپنے سینہ یا سر میں گولی مار لے، یا زہر کھالے یا کوئی طریقہ اختیار کر کے زندگی ختم کر لے؟ نہیں اس کے علاوہ خودکشی کی ایک اور قسم بھی ہے۔ اور وہ خودکشی یہ ہے کہ جس میں آج ہماری پوری قوم اجتماعی طور پر مبتلا ہے۔ مسلمان ہو کر، نمازیں ادا کرکے، حج اور عمرے کرنے کے باوجود، زکوٰتیں دینے کے باوجود ہم کافرانہ نظام پر ہم مطمئن ہیں۔ کسی مومن کا قتل جو ہے اس پر آسمان نے اور اس کیلئے اسے حجر اسود کھلا یا جائے یہ اس کے لئے مشکل ہے

ہمارے ہاں رواج یہ ہو گیا ہے کہ ہم اصولی چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بحث کیلئے پکڑ لیتے ہیں۔ حویلیاں میں ایک اجتماع تھا بہت سے علماء اس میں تشریف لائے تھے تو گھنٹہ ڈیڑھ بات چیت ہوئی بعد میں علماء سے بات ہوئی بہت اچھی محفل رہی تو ایک مولوی صاحب فرمانے لگے کہ حضرت ایک بات ضرور کرنا چاہئے تھی کہ لوگ ٹخنوں کے نیچے شلوار پہنتے ہیں۔ یعنی لوگ حرام کھاتے ہیں خیر ہے لوگ کافرانہ نظام کے اسیر ہیں، گزارہ ہو رہا ہے، ظلم ہو رہا ہے، گزارا ہو رہا ہے، بے دردی سے، بھوک سے، افلاس سے اور بیماریوں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں، دہشت گردی سے ہلاک ہو رہے ہیں، عزتیں لوٹی جارہی ہیں، خیر ہے شلوار ٹخنوں سے نیچے ہو گئی یہ بڑا ظلم ہو گیا۔ یہ درست ہے کہ شلوار اسی طرح ہونی چاہئے جس میں رعونت اور تکبر نہ پایا جائے لیکن کیا بنیادی طور پر یہ زیادہ ضروری ہے یا ظلم کی روک تھام۔ اب اگر مسلمانوں سے یا کوئی ہمیں کہے کہ جناب ہفتہ میں دو دنوں کے لئے دنبے ذبح کرنا بند کردو کیونکہ ان کی افزائش نسل اس قدر نہیں ہو رہی جتنی روز ذبح ہوتی ہیں، مرغیاں بھی پوری نہیں ہو سکتیں تو آپ ہفتہ میں دو دن خنزیر کھالیا کریں تو کیا کوئی خنزیر کھانا گوارا کرے گا خنزیر اور سود کی حرمت میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی اصل حرام ہے یعنی خنزیر یہ حرمت دو طرح سے ہوتی ہے

ایک ہوتی ہے طاری کسی ظاہری وجہ سے کوئی چیز حرام ہو جاتی ہے جیسے ہم نے کسی کی کوئی چیز چرائی تو ہمارے لئے حرام ہو گئی لیکن اس شے کی اصل میں حرمت نہیں ہے۔ اگر وہ چیز چوری کی نہ ہوتی، جائز طریقے سے لی جاتی تو فی نفسہ چیز میں کوئی حرمت نہیں ہے۔ کھانا ہے، فروٹ ہے، پیسہ ہے، کپڑا ہے، کوئی ملکیت ہے، کسی کی زمین ہے اگر ہم نے دھوکے سے لے لی تو لینے کے غلط طریقے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی وجہ سے اس میں حرمت وارد ہوگئی اس پر حرمت طاری ہوگئی۔ لینے والے کے لئے، جس کی ہے، تو اس کے لئے تو اب بھی حلال ہے لیکن خنزیر ایک ایسی چیز ہے جس کی اصل میں حرمت ہے۔ مالک کے لئے بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا چور کے لئے حرام ہے، اس کی ''اصل'' میں حرمت ہے۔ کسی بھی جانور کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے، کتا بھیڑ یا شیر اس کی کھال جب دباغت ہو جاتی ہے تو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

انسان کی کھال کو دباغت کر کے بھی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، انسان کی حرمت کے لئے انسان کے احترام کے لئے اور خنزیر کی کھال دباغت سے بھی پاک ہوتی ہی نہیں کھال تو خنزیر کی ہے جتنا بھی دھوئیں اس کی ''اصل'' میں حرمت ہے یعنی اس میں کوئی ایسی حرمت نہیں جو دھونے سے یا صاف کرنے سے نکل جائے۔ جانوروں کی ہڈیاں پاک ہو جاتی ہیں جب ان کے ساتھ کسی طرح کی کوئی گوشت کی کوئی علامت نہیں رہتی کوئی ان پر چربی یا کسی طرح کی چیز نہیں رہتی، پڑی پڑی دھوپ میں سوکھ جاتی ہیں بارش سے صاف ہو جاتی ہیں تو وہ ہڈیاں حلال ہو جاتی ہیں ان میں حرمت نہیں رہتی ان سے دوائیں بنتی ہیں، ان سے بعض دوسری چیزیں بنتی ہیں لیکن خنزیر کی ہڈی ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس کی ''اصل'' میں حرمت ہے خنزیر چور کے لئے بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا مالک کے لئے حرام ہے اسکی اصل میں حرمت ہے اسی طرح سود کی اصل میں حرمت ہے سود لینے والا مجرم ہے، سود دینے والا اتنا ہی مجرم ہے۔ جس نے لیا بھی نہیں دیا بھی فقط سود کے کاغذات، اشٹام یا اقرار نامہ وغیرہ لکھا تو وہ بھی حرام ہے۔ اس پر اجرت لینا اتنا ہی حرام ہے جتنا سود کھانا حرام ہے۔ جس طرح ایک رواج ہے کہ زبان میں اگر کچھ لفظ غلط استعمال شروع ہو جائیں تو پھر رفتہ رفتہ وہ لفظ اپنی جگہ بنا لیتے ہیں اور ہر کوئی انہیں اسی طرح لکھنے پڑھنے لگتا ہے جسے کہتے ہیں غلط العام کہ یہ لفظ اب غلط العام

> بی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بڑی دور
> ے کوئی بندہ کعبے کا طوائف کرے کرتے ہوئے
> بیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک پکارے گا
> مگر اس کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کا
> کھانا، پینا، لباس حرام کا ہوگا

ہے، ایسی غلطی ہے جو بہت عام ہوگئی ہو اور اسے لوگوں نے قبول کرلیا ہو لہذا اس کو اسی طرح رہنے دو تو ہمارے معاشرے میں غلط الفاظ کی طرح سود کو قبول کرلیا گیا کہ اس کے بغیر تو گزارہ نہیں البتہ خنزیر نہیں کھائیں گے۔ سود کھانے والے اگر خنزیر نہ بھی کھائیں تو ان کے منہ میں حلال تو نہیں جا رہا پاکیزہ تو نہیں جا رہا سود بھی تو حرام ہی ہے جو کھایا جا رہا ہے۔ تو اس طرح سے یہ بے حسی ہم اس پہ احتجاج نہیں کرتے مسلم لیگ کی حکومت چلی گئی احتجاج کرو پیپلز پارٹی کی حکومت چلی گئی احتجاج کرو بھٹو صاحب کو پھانسی دے رہے ہیں اپنے آپ کو سڑکوں پہ جلا لو میاں صاحب کو سزا ہوگئی جلوس نکالو یہ کرو وہ کرو ڈنڈے کھاؤ مارو اور مرجاؤ مگر ہماری بے حسی ملاحظہ ہو کہ آج تک کوئی جلوس نکلا کہ سودی نظام ختم کرو۔

کل تک ہمارے معزز قومی رہنما ایک نقطے پہ آل پارٹیز کانفرنس کر رہے تھے ''نواز ہٹاؤ'' صرف ایک نقطے کا ایجنڈا تھا جس میں ہم نے اس بنیاد پر شرکت نہیں کی تھی کہ صرف نواز ہٹاؤ ایجنڈا کافی نہیں ہے۔ آپ اس کے بعد کا پروگرام دیں کہ نواز شریف ہٹ جائے تو اس کے بعد کیا تبدیلی آئے گی، معاشیات میں کیا آئے گی، تعلیمی نظام میں کیا تبدیلی آئے گی، عدالتی نظام میں کونسی تبدیلی آئے گی اور سیاسی نظام کی اصلاحات کیسے ہوں گی۔ یہ پروگرام اگر اسلام کے مطابق ہوا تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ کسی نے نہیں دیا۔ آج وہی جماعتیں، وہی لیڈر، وہی بندے، نواز بچاؤ پہ اکٹھے ہیں۔ کیا آج نواز شریف سے انہیں محبت ہوگئی ہے؟ نہیں وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ نواز شریف تو رگڑا کھا ہی گیا، اب باری ہماری آنے والی ہے لہذا اس پہ لڑائی کی جائے کہ اسے بچاؤ۔ اگر یہ نہیں بچے گا نہ بچے، ہم تو بچ سکیں گے۔ یہ ہمدردی یا پیار نواز شریف سے کسی کو نہیں ہوگیا کیونکہ جب وہ وزیر اعظم تھا تو یہ بھی اس کے خلاف تھے۔ اب وہ اٹک جیل میں ایک قیدی ہے، چونتیس سال قید ہو چکی ہے اس کو، چودہ سال ایک مقدمے میں بیس سال ایک مقدمے میں تو اب انہیں اتنا عزیز ہو گیا ہے کہ اس کے لئے آل پارٹیز کانفرنس ہو رہی ہے۔

مزے کی بات یہ ہے مسلم لیگ کہتی ہے ہم بھی اس میں جائیں گے، پیپلز پارٹی کہتی ہے ہم بھی اس میں جائیں گے۔ اس کے علاوہ دیگر چھوٹی موٹی پارٹیاں بھی تو یہ اتحاد اس لئے نہیں ہے کہ میاں نواز شریف سے اچانک عشق ہو گیا، محبت ہوگئی یہ اسلئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ نواز بچے نہ بچے اس محاذ پر ایسا شور مچاؤ کہ کم از کم اپنی جان تو بچ جائے۔ اسی میں الجھاؤ حکومت کو ایسا نہ ہو کہ پیچھے ہماری باری آ جائے تو یہ تو ہیں سیاسی ہتھکنڈے اور نفسانفسی کے عالم میں اپنی جان اپنی ذات اپنی خواہشات کے بچاؤ کیلئے لوگوں کو بے وقوف بنانے کی ترکیب۔

لیکن آج تک کوئی کانفرنس اس پہ ہوئی کہ یار یہ چودہ کروڑ مسلمانوں کو جنہوں نے بے شمار قربانیاں دے کر ملک اس لئے حاصل کیا تھا کہ وہاں اسلام کے مطابق زندگی بسر کر سکے۔ دال کھائیں گے لیکن حلال کی کھائیں گے۔ روکھی روٹی سے بسر کر لیں گے لیکن وہ حلال کی تو ہوگی۔ ہم آزاد تو ہوں گے سوچنے میں، زندہ رہنے میں، بات کرنے میں، عبادت کرنے میں تو کوئی کانفرنس اس پہ تو نہیں ہوتی کہ پورا ملک جو ہے اسے سود کھلایا جا رہا ہے کونسا کام رشوت کے بغیر ہو رہا ہے، دنیا کا کوئی ملک ہے جس میں چار چار قانون چل رہے ہوں۔ پہلے ایک ملکی آئین ہے اس کے بعد شریعت بنچ بن گیا دو ہو گئے اس کے بعد نواز شریف کی سپیشل کورٹس آ گئیں تین ہو گئے۔ اب چوتھا جناب یہ نئی آنے والی حکومت کا ایک انداز نازل ہو گیا۔ وہ کیا؟ نیب بن گئی۔ کیا ہو گیا؟ نیب بن گئی۔ اب جناب تھانے جاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ نیب سے بچنا ہے تو اتنے پیسے لگیں گے سپیشل کورٹس سے بچنا ہے تو اتنے پیسے لگیں گے، شرعی عدالت سے بچنا ہے تو اتنے پیسے لگیں گے، نارمل قانون میں چالان بھی کریں گے، پیسے بھی لیں گے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ آپ رشوت دے کر چھوٹ گئے اب چھوٹنے کی باتیں ہے اب چونکہ چار طرح کا عدالتی نظام چل رہا ہے ایک سے دوسرا سخت ہے تو جس کی جو رگ نازک ہوتی ہے مثلاً کوئی پکڑا گیا زنا کے جرم میں اسے کہتے ہیں جی آپ پر تو حدود آرڈیننس لگے گا، آپ تو شریعت بنچ میں جائیں گے، وہ آپ کو سنگسار کریں گے۔ تو اسے پیسے زیادہ پڑتے ہیں۔ کوئی چوری ڈاکے میں پکڑیں جی آپ تو سپیشل کورٹ میں جائیں گے نارمل قانون میں تو نہیں۔ اب وہ رشوت دیتا ہے کہ اسے سپیشل کورٹ میں نہ بھیجا جائے ڈاکے میں چالان کر کے عام عدالتی نظام میں بھیجا جائے۔ پہلے لوگ دیتے تھے کہ پیسے لے لو میری جان چھوڑ دو اب وہ بات تو گئی اب پیسے لے لو اس خانے میں نہیں اس خانے میں رکھو۔ کیا اس پر کوئی APC ہو رہی ہے؟ کیا عدالتی نظام پر کوئی A.P.C ہو رہی ہے؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک ارشاد عالی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جو لوگ حلال کمائیں گے حلال کھائیں گے ان کے حلق میں بھی سود کا گرد جائے گا۔ غبار جو ہے سود کا ان کے حلقوں میں بھی جائے گا۔ اب جو لوگ حلال مزدوری کر کے جائز کما کر دال روٹی پہ گزارا کر رہے ہیں وہ کھانا تو مارکیٹ ہی سے غلہ خریدیں گے کپڑا مارکیٹ سے خریدیں گے، لین دین انہیں لوگوں سے کریں گے جو سود کھا رہے ہیں اور غلط العام ہونے کا حال یہ ہے کہ میں آپ کو ایسے لوگ دکھا سکتا ہوں جو مجھے بغیر تسبیح کے نظر نہیں آئے۔ اکثر ملاقات آتے جاتے ہو جاتی ہے سڑک پر، راستے پر، داڑھی بھی ہے، نماز بھی پنجگانہ پڑھتے ہیں اور ہر وقت تسبیح چلاتے ہوئے میں انہیں دیکھتا ہوں لیکن ان کا سارا پیسہ سود پر بنک میں جمع ہے گزارہ اس سود پر ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ جن کی عمر تبلیغ میں چلے لگاتے، پیسہ ان کا سود پر جمع ہے یعنی اس سود کو حرام سمجھنا یا حرام نہ سمجھنا یہ کفر ہے تو اس کفر پہ یا اس حرام کھانے پہ مطمئن ہونا کیا یہ خودکشی نہیں ہے؟ خلاف حیات نظام پہ کیوں مطمئن ہیں؟ ہم اس پہ اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ اس پر بات کیوں نہیں کرتے؟

بجلی کا بل بڑھتا ہے جلوس نکلتا ہے چینی کی قیمت بڑھتی ہے جلوس نکلتے ہیں اور کوئی کام ہماری منشا کے خلاف ہوتا ہے کوئی مانے یا نہ مانے ہم احتجاج تو کرتے ہیں۔ کبھی اس نظام پہ بھی کسی نے آواز اٹھائی اب بڑا شور مچا نظام تبدیل کیا جائے نواز شریف نے بھی کہا نظام تبدیل ہونا چاہیے، بے نظیر نے بھی کہا جنرل پرویز مشرف بھی کہہ رہا ہے نظام تبدیل ہونا چاہئے لیکن جو متبادل نظام دے رہے ہیں وہ کیا ہے؟ یعنی اس کافرانہ نظام کی ایک اور شاخ تلاش کرتے یعنی پرانا تصور نہیں ہونا چاہیے، نئے تصور کا ایک پودا لے کر لگاؤ، پرانا اکھاڑ دو، اس کی جگہ نئی قسم کا پودا لگا دو، لگانا تھوڑی ہے۔ آپ بتائیں کہ کفر سے کفر تو تبدیل کر لینا کونسی تبدیلی ہے اور اگر یہ آج کے نظام کی تبدیلی جو فوجی حکومت کرنا چاہتی ہے۔ ہوگئی تو پھر شاید لوگوں کو یہ سمجھانے کے لئے کہ یہ ٹھیک نہیں نہ پچاس پچپن سال اور چاہئے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے ملک میں تقسیم ملک کے پچاس سال بعد یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

بات عام آدمی کی زبان پر آئی کہ نظام بدلا جائے۔

اور جب الاخوان کے پلیٹ فارم سے یہ بات ہم نے شروع کی تھی کہ نظام بدلا جائے تو لوگ مذاق کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ نظام کیسے بدل سکتا ہے اور نظام ہے کیا؟ اب جب لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ نظام صحیح نہیں ہے بدلا جائے تو بدلنا چاہ رہے ہیں حکمران لیکن اسی طرح کا ایک اور کفر مسلط کر کے۔ ہمارا مقصد تبدیلی سے یہ تھا کہ کفر کو اسلام سے، باطل کو حق سے، ظلم کو عدل سے، سود کو تجارت سے بدلا جائے۔ حرام کو حلال سے بدلا جائے یہی نہیں کہ خنزیر نہیں کھاتے تو کتے کھانے شروع کر دو۔ یہ کوئی تبدیلی ہے بھائی نظام کی۔

اپنی جان لینے والے کا عمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا ایمان نہیں تھا یا تھا تو بہت کمزور تھا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کا جنازہ ہی نہ پڑھا جائے اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے، وہ جانے اس کا رب جانے لیکن ہم جو اجتماعی خودکشی کے مجرم ہیں کیا ہمارے جنازے جائز ہیں؟ کیا یہ چودہ کروڑ مسلمانوں کی خودکشی نہیں ہے کہ وہ باطل نظام پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں جس سے ان کا ایمان بھی خطرے میں ہو نمازیں بھی ناقابل قبول ہوں تسبیحات بھی ناقابل قبول ہوں۔ کیا سودخوری کی تسبیحات اس کے حج، عمرے قابل قبول ہیں؟

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

ایک ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ بڑے دور سے کوئی بندہ آئے گا اس کا لباس گرد سے اٹا ہو گا، بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہوں گے اور تھکن اور سفر کی گرد یہ ظاہر کر رہی ہوگی کہ یہ بڑی منزلیں مار کر بڑی مشکل سے پہنچا ہے اور بڑے درد سے کعبے کا طواف کرے گا اور صدا دے گا لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک لیکن اس کی لبیک کا کوئی جواب بارگاہ الٰہی سے نہیں آئے گا عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم وجہ! آپ ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ اس کا کھانا پینا لباس حرام کا ہوگا اور سود سے بڑا حرام اور کیا ہے۔ اب تو جو پیسہ ہم حج کے لئے بنک میں جمع کراتے ہیں محکمے وزارت حج کو اس کا بھی سود ملے گا جہاز کے ٹکٹ سودی کاروبار پر ہیں۔

آج ہمارے دینی رہنما بھی کہتے ہیں کہ اگر حکومت دینی جماعتوں کو مل گئی تو طالبان کی طرز کی نہیں ہو گی یار کچھ خدا کا خوف کرو

کھانے پینے کا سارا سامان مارکیٹ ساری اسی نظام پر استوار ہے تو یہ اجتماعی خودکشی ہے اور یہ ایسا حرام فعل ہے کہ شاید ہم میں سے کوئی بھی اس لائق نہیں کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے تو خودکشی انفرادی طور پر بھی حرام ہے لیکن اجتماعی طور پر قوموں کی خودکشی کرنے کا رجحان اس سے بڑا جرم ہے۔ دنیا میں عیسائی ریاستیں موجود ہیں بلکہ عیسائیوں کی ہر ریاست مذہبی ریاست ہے جسے وہ لبرل بھی کہتے ہیں وہ بھی مذہبی ہے۔ ہندو اپنی ریاست کو لبرل ہندو ریاست کہتے ہیں لیکن وہ مذہبی ہے جنہوں نے دوسرے مذاہب کا ناطقہ بند کر رکھا ہے ان کی تحریکوں کا سیدھا سیدھا ماٹو ہے کہ ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہو۔ دوسرے مذاہب کو ہندوازم میں داخل کرنے کی موومنٹس انگریزی زمانے میں بھی چلتی تھیں انگریز کے عہد میں بھی چلتی تھیں اب ہندوستان میں چل رہی ہیں کوئی ایسی ریاست بھی تو بتاؤ جو مسلمانوں کو اسلامی ہو کوئی چھوٹی ادھوری یا پوری سوائے افغانستان کے جہاں طالبان اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام پر کام کر رہے ہیں۔ پورا کر رہے ہیں یا ادھورا کر رہے ہیں اس عہد میں مسلمانوں کے پاس وہ اچھی ہے یا خراب، اس سے کوئی متفق ہو یا نہ ہو سوائے اس کے آپ دوسری کسی ریاست کا نام نہیں لے سکتے۔ جو فیصلہ کرتے ہیں شریعت کے مطابق، جو عدلیہ کا فیصلہ ہوتا ہے شریعت کیمطابق ہوتا ہے جنگ اور صلح شریعت کے مطابق ہے خرید و فروخت بیع و شراء شریعت کے مطابق ہے جو رہا ہے وہ شریعت کیمطابق ہے اور وہاں حکومت کتاب اللہ کی ہے۔ ان کے حکام چونکہ عام آدمیوں کی طرح رہتے ہیں بازار میں چادر کندھے پہ ڈالے آپ کو گورنر بھی مل سکتا ہے اور مرکز کا وزیر بھی مل سکتا ہے سودا خریدتے ہوئے تو مجھے پچھلے دنوں ہمارے سفیر جو وہاں ہیں مجھے بتا رہے تھے کہ ایک گورنر کے پاس اپیل آئی کسی قاتل کی۔

اور اس کا بڑا دوست تھا اچھا سکول کے زمانے کا تو اس کے پاس آیا۔ اس نے چائے وائے پوچھی قہوہ پیا۔ قہوے کے بعد پوچھا جی کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا یار وہ ایک میرا عزیز ہے اور اس سے غلطی میں، نہ جانے میں، کوئی جرم سرزد ہوا یا تو عدالت نے اسے بڑی سخت سزا دی ہے تو اس کو سزائے موت کی بجائے اور کوئی اس پہ سخت کوئی جرمانہ ڈال

حضرت عمرو بن العاصؓ

غزوہ خندق ختم ہو چکا تھا۔ اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن منہ کی کھا کر راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح و نصرت نے حضرت عمرو بن العاص کو بے حد متاثر کیا تھا۔ بعثت کے وقت آپ کے باپ عاص نے جس شدومد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی بیٹا اس کا صحیح جانشین ثابت ہوا تھا۔ اسلام کے خلاف ہر سازش میں وہ دیگر زعماء قریش کی طرح پیش پیش رہتے تھے۔ مسلمانوں کا جو پہلا قافلہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تھا تو

حضرت امیر معاویہ کے عہد مبارک میں آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا

قریش نے جو وفد مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا تو آپ اس کے سرگرم رکن تھے۔ وہاں پہنچ کر درباریوں اور دوسرے لوگوں کو تحائف دے کر اپنا ہمنوا بنالیا تھا اور پھر بادشاہ سے گزارش کی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن اس نے انکار کر دیا لیکن اب آپ مسلمانوں کی مخالفت سے رفتہ رفتہ کنارہ کش ہوتے جا رہے تھے۔ وہ جوش و خروش اور عزم و ولولہ سرد ہوتا جا رہا تھا جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے۔

جب آپ اور آپ کے ساتھی شاہ حبشہ نجاشی سے ملنے جا رہے تھے تو انہوں نے عمر بن امیہ ضمری کو بادشاہ کے محل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھیوں کی کسی ضروریات کے سلسلہ میں بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر بادشاہ کے پاس رہنے کے بعد حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ گئے۔ یہ واقعہ دیکھنے کے بعد (حضرت) عمرو بن العاص نے اپنے رفیقوں سے کہا۔

"میں نجاشی سے کہوں گا کہ وہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے حوالے کر دے اور اگر اس نے انہیں مجھے دے دیا تو ان کی گردن مار دینگے تا کہ قریش کو علم ہو جائے کہ ہم نے سفیر رسول کو قتل کر کے ان کا انتقام لے لیا ہے۔"

یہ سوچ کر آپ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ "ہمارے لیئے آپ ملک سے کیا تحفہ لائے ہو۔"

(حضرت) عمرو بن العاص نے چمڑہ پیش کیا جسے بادشاہ نے بڑا پسند کیا۔ جب واپس جانے لگے تو عرض کی۔

"اے بادشاہ سلامت! ابھی میں نے ایک شخص کو آپ کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا تھا۔ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم اسے قتل کر دیں اس نے ہمارے معززین و اکابرین کو بہت تکالیف دی ہیں۔"

جب نجاشی نے سنا تو اس کے غضب و غصے کی انتہا نہ رہی۔ اسی حالت میں اس نے بے اختیار ہو کر اپنا ہاتھ زور سے اپنے منہ پر مارا۔ حاضرین کو یوں لگا جیسے بادشاہ کی ناک ٹوٹ گئی ہو۔

یہ منظر دیکھ کر (حضرت) عمرو بن العاص بے حد نادم و شرمندہ ہوئے۔ دل چاہتا تھا کہ ابھی زمین پھٹ جائے تا کہ اس کے اندر سما جائیں۔ بڑی شرمندگی و لجاجت سے عرض کی۔

"عالی جاہ! میں اپنے الفاظ پر بے حد شرمسار

اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آئیں گے

و خجل ہوں۔ اگر پتہ ہوتا کہ میری بات آپ کو اس قدر نا گوار محسوس ہوگی تو کبھی نہ کرتا۔"

"تم کہتے ہو کہ میں اس عظیم ہستی کے ایلچی کو قتل کے لئے تمہارے حوالے کر دوں جن کے پاس ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔"

بادشاہ نے شاہانہ رعب و دبدبہ سے کہا۔

"اے شاہا! کیا واقعی۔"

(حضرت) عمرو بن العاص نے ازراہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

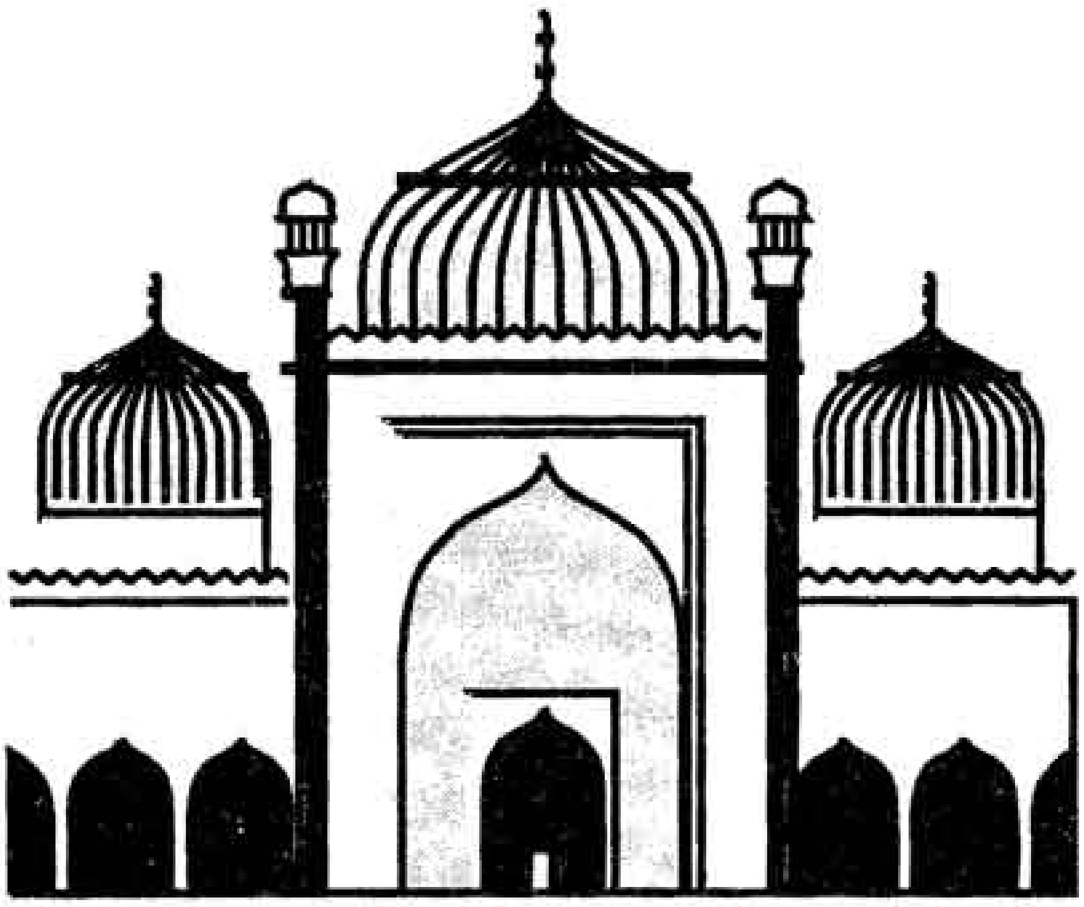

ہم اس پاک وطن پر
قرآن و سنت کی
حاکمیت چاہتے ہیں۔

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد فون 617057-611857

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت عمرو بن العاص رض

غزوہ خندق ختم ہو چکا تھا۔ اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن منہ کی کھا کر راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح و نصرت نے حضرت عمرو بن العاص کو بے حد متاثر کیا تھا۔ بعثت کے وقت آپ کے باپ عاص نے جس شد و مد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی بیٹا اس کا صحیح جانشین ثابت ہوا تھا۔ اسلام کے خلاف ہر سازش میں وہ دیگر زعماء قریش کی طرح پیش پیش رہتے تھے۔ مسلمانوں کا جو پہلا قافلہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تھا تو

حضرت امیر معاویہ کے عہد مبارک میں آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا

قریش نے جو وفد مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا تو آپ اس کے سرگرم رکن تھے۔ وہاں پہنچ کر درباریوں اور دوسرے لوگوں کو تحائف دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور پھر بادشاہ سے گزارش کی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن اس نے انکار کر دیا لیکن اب آپ مسلمانوں کی مخالفت سے رفتہ رفتہ کنارہ کش ہوتے جا رہے تھے۔ وہ جوش و خروش اور عزم و ولولہ سرد ہوتا جا رہا تھا جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے۔

جب آپ اور آپ کے ساتھی شاہ حبشہ نجاشی سے ملنے جا رہے تھے تو انہوں نے عمر بن امیہ ضمری کو بادشاہ کے محل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھیوں کی کسی ضروریات کے سلسلہ میں بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر بادشاہ کے پاس رہنے کے بعد حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ گئے۔ یہ واقعہ دیکھنے کے بعد (حضرت) عمرو بن العاص نے اپنے رفیقوں سے کہا۔

''میں نجاشی سے کہوں گا کہ وہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے حوالے کر دے اور اگر اس نے انہیں مجھے دے دیا تو ان کی گردن ماردینگے تاکہ قریش کو علم ہو جائے کہ ہم نے سفیر رسول کو قتل کر کے ان کا انتقام لے لیا ہے۔''

یہ سوچ کر آپ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ ''ہمارے لیئے آپ ملک سے کیا تحفہ لائے ہو۔''

(حضرت) عمرو بن العاص نے چمڑہ پیش کیا جسے بادشاہ نے بڑا پسند کیا۔ جب واپس جانے لگے تو عرض کی۔

''اے بادشاہ سلامت! ابھی میں نے ایک شخص کو آپ کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا تھا۔ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں اس نے ہمارے معززین و اکابرین کو بہت تکالیف دی ہیں۔''

جب نجاشی نے سنا تو اس کے غضب و غصے کی انتہا نہ رہی۔ اسی حالت میں اس نے بے اختیار ہو کر اپنا ہاتھ زور سے اپنے منہ پر مارا۔ حاضرین کو یوں لگا جیسے بادشاہ کی ناک ٹوٹ گئی ہو۔

یہ منظر دیکھ کر (حضرت) عمرو بن العاص بے حد نادم و شرمندہ ہوئے۔ دل چاہتا تھا کہ ابھی زمین پھٹ جائے تاکہ اس کے اندر سما جائیں۔ بڑی شرمندگی و لجاجت سے عرض کی۔

''عالی جاہ! میں اپنے الفاظ پر بے حد شرمسار

اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آئیں گے

و خجل ہوں۔ اگر پتہ ہوتا کہ میری بات آپ کو اس قدر نا گوار محسوس ہوگی تو کبھی نہ کرتا۔''

''تم کہتے ہو کہ میں اس عظیم ہستی کے ایلچی کو قتل کے لئے تمہارے حوالے کر دوں جن کے پاس ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔''

بادشاہ نے شاہانہ رعب و دبدبہ سے کہا۔

''اے شاہا! کیا واقعی۔''

(حضرت) عمرو بن العاص نے ازراہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

حیرت پوچھا۔

"اے عمرو! تمہاری حالت پر صد افسوس۔ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آئیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون بدانجام اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ میرا کہا مانو اور فوراً ان کی پیروی کرلو اسی میں بھلا ہے۔"

(حضرت) عمرو بن العاص نے سنا تو عرض کی۔

"پھر ان کی طرف سے مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیں۔"

بادشاہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسلام کی بیعت کرلی۔

جب آپ بادشاہ کے دربار سے لوٹ کر واپس گئے تو اسلام دل و دماغ میں انقلاب عظیم برپا کر چکا تھا۔ لیکن اس کا ذکر اپنے ساتھیوں سے نہیں کیا۔ اب حبشہ میں قیام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ جسم سے پہلے ذہن حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پہنچ چکا تھا۔ مکہ پہنچے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس و حق پرست پر اسلام کے دامن سے وابستہ ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ فتح مکہ سے قبل کا واقعہ ہے۔

راستے میں (حضرت) خالد بن ولید ملے۔ وہ بھی ابھی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔

"اے سلیمان! کہاں کا ارادہ ہے؟"

حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا۔

"بخدا محمد عربی ﷺ لاریب نبی برحق ہیں۔ اب جلد اسلام قبول کرلینا چاہئے۔"

(حضرت) خالد بن ولید نے جواب دیا۔

"واللہ میں بھی اسی غرض سے چلا ہوں۔"

آپ دونوں حضرات بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اولاً حضرت خالد بن ولید نے غلامی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا طوق گلے میں ڈالا اور پھر حضرت عمرو بن العاص حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بیعت کرونگا۔ اسی لئے حاضر خدمت ہوا ہوں لیکن اگر اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرمادیں۔"

"عمرو! بیعت کرلو۔ اسلام اپنے ماقبل کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔"

چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں دے دیا اور لوٹ گئے اور پھر چند دنوں کے بعد ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

رمضان المبارک ۸ ہجری میں آپ کا دوسرا سریہ سواع کی جانب تھا۔ یہ ہذیل کا بت تھا جسے منہدم کرنا تھا۔ اس بت کی شکل عورت جیسی تھی جو حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر بنایا گیا تھا۔ فتح مکہ سے قبل یہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچے تو وہاں اس کا مجاور ملا۔ اس نے آپ سے مخاطب ہوکر کہا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ سواع کو توڑ دوں۔" آپ نے جواب دیا۔

"مگر تم اس پر قادر نہ ہوسکو گے۔" مجاور پھر بولا۔

"کیوں۔" آپ نے دریافت فرمایا۔

"وہ محفوظ ہے" اس نے جواب دیا۔

"اب تک تو باطل ہی میں ہے تیری خرابی ہو۔ کیا وہ سنتا ہے یا وہ دیکھتا ہے۔"

یہ کہہ کر آپ بت کے پاس گئے اور ایک ہی ضرب میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔

"تم نے کیا دیکھا۔"

بت توڑنے کے بعد آپ نے مجاور سے پوچھا تو وہ گویا ہوا۔

"میں اللہ کے لئے اسلام قبول کرتا ہوں۔"

عہد صدیقی میں جب فتنہ ارتداد اٹھا تو ان دنوں آپ عمان میں ہی تھے چنانچہ ان فتنوں کو دبانے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مناسب ہدایات بھیجیں تو آپ بحرین کے راستے آگے بڑھے۔ راستے میں قبیلہ بنی عامر میں قرہ بن ہبیرہ کے ہاں قیام فرمایا۔ اس نے آپ کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو قرہ بن ہبیرہ آپ کو علیحدگی میں لے گیا اور کہا۔

"اگر عربوں سے زکوٰۃ لی گئی تو کسی کی امارت قبول نہ کرے گا اگر زکوٰۃ کا طریقہ بند کردیا گیا تو مطیع و فرمانبردار رہوں گا۔"

یا خلیفتہ الرسول! میں اللہ کا ایک تیر ہوں اور اب نبی اکرم کے بعد آپ اس کے تیر انداز ہیں۔ اختیار ہے جدھر چاہیں پھینکیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ نے سنا تو بڑے جوش سے بولے۔

"قرہ! کیا تم کافر ہو گئے ہو۔ مجھ کو عربوں سے ڈراتے ہو۔ اللہ کی قسم میں ایسے لوگوں کو گھوڑے کے ٹاپ سے مسل ڈالوں گا۔"

آپ مدینہ منورہ پہنچے تو خلیفہ الرسول نے آپ کو بنو قضاعیہ کے مرتدین کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا۔ وہاں پہنچے تو خوب گھمسان کا رن پڑا۔ بالآخر بنو قضاعیہ کو شکست فاش ہوئی اور ان سے زکوٰۃ وصول کی۔ انہیں دوبارہ اسلام پر قائم کیا اور پھر عمان لوٹ گئے۔

جب ملک شام کی طرف اسلامی افواج روانہ کی گئیں تو آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط مبارک ملا مرقوم تھا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عمان کا والی مقرر کیا تھا اس لئے میں نے تم کو واپس بھیج دیا تھا لیکن اب میں تم کو ایسے کام پر لگانا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا و آخرت دونوں کے لئے مفید ہے۔"

خط مبارک پڑھ کر آپ نے جواباً لکھا۔

"یا خلیفۃ الرسول! میں اللہ کا ایک تیر ہوں اور اب اللہ کے بعد آپ اس کے تیر انداز ہیں۔ اختیار ہے جدھر چاہیں پھینکیں۔"

خط کا جواب پڑھ کر خلیفہ اول' الثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کو فلسطین کی مہم پر روانہ فرمایا۔

اجنادین' دمشق' محل' یرموک' بیت المقدس اور دوسرے کئی محاذوں پر خوب داد شجاعت دی اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا۔ عمر کافی ہو چکی تھی۔ ۲ رمضان ۴۳ ہجری میں بیمار پڑے اور عید الفطر کے دن نوے سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

نماز جنازہ آپ کے بیٹے نے پڑھائی اور پھر مقطم میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ آپ نے اپنے پیچھے دو لڑکے عبداللہ اور محمد چھوڑے جو خولہ بنت حمزہ کے بطن سے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد درمیانہ' اعضاء مضبوط و قوی' پیشانی کشادہ' آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں' داڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ عقل پر جذبات کو حاوی نہیں ہونے دیتے تھے۔ قرآن سے خاص ذوق تھا۔ انتالیس احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔ جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ تعلیم و تلقین بھی نو مسلموں کو فرمایا کرتے تھے۔ تمام مسائل میں قرآن و حدیث سے کام لیتے تھے۔ اگر ان سے حل نہ ملتا تو اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ حق پرست تھے۔ عقل و دانش اور تدبیر سیاست کے لحاظ سے آپ کا شمار عرب کے مخصوص اشخاص میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔

"تم اسلام میں صائب الرائے ہو۔"

عقل و دانش اور تدبیر سیاست کے لحاظ سے آپ کا شمار عرب کے مخصوص اشخاص میں ہوتا تھا

متوجہ ہوں

1...... المرشد کے قارئین اور لکھاری حضرات سے گزارش ہے کہ "المرشد" کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز لکھیں جو کہ ایڈیٹر کی ڈاک میں شائع کی جایا کریں گی اور ممکن حد تک عمل بھی کیا جائے گا۔

2...... قلمکار حضرات تحریریں صاف ستھری اور ایک لائن چھوڑ کر خوبصورت لکھ کر بھیجا کریں۔

3...... "المرشد" میں من الظلمت النور کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس میں بزرگ ساتھی اپنے حالات و واقعات لکھ کر بھیجیں۔ ضلعی امیر اپنے علاقہ کے صاحب مجاز کے حالات جلد لکھ کر بھیجیں۔

"المرشد" کے سلسلہ میں خطوط' مضامین درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں

ماہنامہ "المرشد" ریلوے کالونی' عقب ویگن سٹینڈ دار العرفان' فیصل آباد فون نمبر 041-542284

www.naqshbandiaowaisiah.com

منارے کا سفر

تحریر: محمد اسلم

13- اکتوبر کی صبح فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد پچاور جیپ پر منارہ کے لئے روانہ ہوا۔ تنظیم الاخوان کے صوبائی صدر منور حسین کلو، صوبائی جنرل سیکرٹری الطاف قادر گھمن، رانا عاشق اور حفیظ الرحمٰن لودھی اور میرا بیٹا ابوبکر صدیق ہمراہ تھا۔ گاڑی میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس وقت سورج نکلنے کی تیاری میں تھا اور موسم نہایت خوشگوار تھا۔ کچھ ساتھی اپنی صبح کے وقت کی تسبیحات مکمل کر رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ سارا ثواب یہ تسبیحات کرنے والے لے جا رہے ہیں اور میں گاڑی چلا رہا ہوں، خیر جب انہوں نے اپنی تسبیحات مکمل کیں تو گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ میں نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے پیچھے بیٹھے ہوئے حفیظ الرحمٰن لودھی کو مخاطب کیا تو گفتگو کا آغاز ہوا۔ یوں گاڑی میں بیٹھے دوسرے لوگ بھی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ سفر تیزی سے کٹ رہا تھا اور گفتگو بھی چلتے چلتے گرما گرم بحث میں تبدیل ہو چکی تھی۔ جب ہم موٹروے کے للہ انٹر چینج سے گزرے تو فوجی حکومت کی ایک سالہ کارکردگی پر بات شروع ہو گئی۔ زیادہ تر افراد کی رائے تھی کہ ایک سال کے دوران مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ امن و امان کی صورت حال دن بدن خراب ہی ہوئی۔ رشوت ختم ہونے کی بجائے اس کا ریٹ بڑھ گیا۔ کاروبار کے حال بھی برے ہیں۔ لوگوں کو سستا اور فوری انصاف فراہم کرنے کے وعدہ بھی پورے نہ ہوئے۔ البتہ دوران بحث حکومت کے ایک اقدام کو سراہا گیا کہ اس نے احتساب کے عمل کو آگے بڑھایا اور کچھ بڑے لوگ جن میں سیاستدان، بیورو کریٹس اور بڑے جاگیردار شامل ہیں ان کو بھی احتساب کے شکنجے میں کسا گیا اور کئی ایک کو تو سزائیں بھی ہو چکی ہیں۔ بحث زوروں پر تھی میں نے بھی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ ہاں یہ درست ہے کہ فوجی حکومت نے احتساب کے حوالے سے کچھ اچھے نتائج دیئے ہیں لیکن سیاستدانوں سے لوٹی ہوئی دولت کی وصولی میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جس کی قوم نے توقع باندھ رکھی تھی۔ اس کے علاوہ حکومت نیا نظام لانے کے لئے کوشش کر رہی ہے اور تنظیم الاخوان بھی عرصہ چھ برس سے شد و مد کے ساتھ اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ موجودہ نظام تبدیل ہونا چاہئے اور ملک میں اسلامی نظام رائج ہونا چاہئے جو ملک و قوم کے تمام مسائل کا حل ہے۔ اب معلوم نہیں کہ فوجی حکومت جو نظام لانا چاہتی ہے اس کی ترجیحات میں کیا شامل ہے۔

اس وقت صبح کے آٹھ بجے تھے اور ہم نے نے منارہ میں تنظیم الاخوان کے اجتماع میں شریک ہونا تھا۔ فوری طور پر فیصل آباد آفس فون کیا اور انہیں صورت حال سے آگاہ

بحث جاری تھی اور ہم بھیرہ انٹر چینج سے کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ گفتگو کا موضوع تبدیل ہوا۔ کچھ ساتھیوں نے بھیرہ سروس ایریا پر رکنے اور چائے پینے کا ارادہ ظاہر کیا جبکہ کچھ نے کلر کہار سروس ایریا پر رکنے کی بات کی بالآخر اکثریتی رائے سے بھیرہ سروس ایریا پر رکنے کا فیصلہ ہوا اسی دوران گاڑی میں اچانک دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔ دھویں سے بھر گئی۔ میں نے فورا" گاڑی روکی سب ساتھی جلدی جلدی گاڑی سے اترے۔ بڑی مشکل سے گاڑی کا بونٹ کھولا تو انجن کو آگ لگی ہوئی تھی یہ آگ شارٹ سرکٹ سے لگی۔ قریب کھڑے لوگوں نے گاڑی سے دھواں نکلتے دیکھا تو فورا" گاڑی کی طرف لپکے اور آگ بجھانے میں ہماری مدد کی۔ جب آگ بجھی تو دیکھا کہ انجن کی کی تمام تاریں جل چکی تھیں اور مرمت کے بغیر اس کا چلنا ممکن نہ تھا۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں کسی بڑے نقصان سے بچا لیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرتے ہوئے ڈرائیور اور گاڑی منارہ بھجوانے کے لئے کہا۔

بھیرہ سے ہم کوچ کے ذریعے کلر کہار تک گئے۔ اسی دوران گوجرہ کے ساتھی احمد نواز کی گاڑی بھی وہاں پہنچ گئی جس پر سوار ہو کر ہم سب ساتھی تقریباً" دس بجے منارہ پہنچ گئے۔

ملک بھر سے تنظیم الاخوان کے ساتھی پہلے ہی منارہ پہنچے ہوئے تھے ہر طرف چہل پہل اور خوب گہما گہمی تھی۔ ایک جانب سینکڑوں بسیں اور ویگنیں کھڑی تھیں اور لوگوں کی بڑی تعداد جمع تھی۔ میں نے صوبائی صدر منور حسین کلو سے کہا کہ پہلے حضرت جی سے مل لیں چنانچہ ہم دفتر کی طرف بڑھے تو وہاں حضرت جی پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے بہت سے صحافی پریس کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت جی اسلامی معاشی نظام پر روشنی ڈال رہے تھے۔ وہ مدلل انداز میں اعداد و شمار کے ذریعے اسلامی معاشی نظام کے اثرات و فوائد بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اگر ٹیکس سسٹم ختم کرکے زکوۃ و عشر کا نظام رائج کر دیا جائے تو آمدن دوگنی ہو جائے گی۔ حضرت جی جس انداز سے اعداد و شمار اور ٹیکنیکل پوائنٹس کے ذریعے بات کر رہے تھے اس سے آپ مولانا کم اور ماہر معاشیات زیادہ لگ رہے تھے۔ انہوں نے دو گھنٹے کی طویل پریس کانفرس سے خطاب کیا۔ حضرت جی کی اتنی طویل اور پر اثر گفتگو سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کس طرح بے لوث ہو کر اپنی زندگی لوگوں کی فلاح و بہود کے لئے

جس طرح امیر محمد اکرم اعوان صاحب خلوص اور لگن سے نفاذ اسلام کیلئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں یقیناً یہ صوفیوں کا ہی کام ہے

وقف کئے ہوئے ہیں۔ کسی ذاتی مفاد کے بغیر دن رات نفاذ اسلام اور فروغ دین کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ یقیناً" یہ صوفیوں کا کام ہی ہے کہ وہ اپنی جان' مال اور وقت سب انسانیت کی بھلائی کے لئے صرف کرتے ہیں۔ ان کی زندگی دیکھ کر مجھے تو ان پر رشک آتا ہے۔ پریس کانفرنس کے بعد کچھ وقت ان کے ساتھ گزارا اور 12 بجے جب جلسہ شروع ہوا تو ان کے ہمراہ جلسہ گاہ میں پہنچا۔ مجھے سٹیج پر بیٹھنے کی جگہ ملی میں نے سامنے نظر دوڑائی تو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ بیس سے پچیس ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔ یہ لوگ کراچی سے پشاور تک مختلف شہروں' دیہاتوں' قصبوں اور کوچوں سے آئے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کی چمک اور امید کی کرنیں نمایاں تھیں۔ حضرت جی نے یہاں بھی نفاذ اسلام اور

ملک بھر سے تنظیم الاخوان کے ہزاروں ساتھی منارہ پہنچے ہوئے تھے' ہر طرف چہل پہل اور خوب گہما گہمی تھی

اس کے ثمرات پر خوبصورت انداز میں بات کی پورے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر وعدہ کیا کہ وہ نفاذ اسلام کی خاطر جان دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ حضرت جی کے خطاب کے بعد نماز جمعہ بھی یہیں پر ادا کی گئی اس کے بعد تمام شرکاء کے لئے کھانا کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ساڑھے تین بجے ہم نے حضرت جی کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے فارغ ہوئے تو فیصل آباد سے ڈرائیور گاڑی لیکر پہنچ چکا تھا۔ ہم نے حضرت جی سے اجازت چاہی اور واپسی کا سفر شروع ہوا۔ تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے ہم فیصل آباد پہنچ چکے تھے۔ واپس پہنچنے پر ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے منارہ جاتے ہوئے ہمیں کسی بڑے حادثے سے بچالیا اور ہم بخیر و عافیت الاخوان کے اجتماع میں شریک ہوئے۔

شکایات المرشد

☆ المرشد کی ماہانہ کاپی ہر ممبر کو بذریعہ ڈاک ارسال کر دی جاتی ہے اس میں کوتاہی نہیں ہوتی۔

☆ قارئین سے التماس ہے کہ رسالہ بروقت نہ ملنے کی صورت میں اپنے ڈاک خانہ سے رجوع فرمائیں۔

☆ اگر شکایت دور نہ ہو تو ایک خط بمعہ اپنا ایڈریس اور خریداری نمبر لکھ کر اس ایڈریس پر ارسال کریں۔

رانا جاوید احمد۔ سرکولیشن مینجر ماہنامہ "المرشد" اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

www.naqshbandiaowaisiah.com

College of Management Sciences and Information Technology

COMSIT

affiliated with American University in London (AUL)

Bachelor of Business Administration (BBA)
Bachelor of Computer Sciences (BCS)
Bachelor of Information Technology (BIT)
Bachelor of Commerce (B.COM)

and

Master of Computer Sciences (MCS)
Master of Business Administration (MBA)

and

Master of Information Technology (MIT)

on-campus hostel facility

احباب اوران کے بچوں کے لئے خصوصی رعایت

304-G, Peshawar Road, Rawalpindi Tel: (051) 542054-5476087

www.naqshbandiaowaisiah.com

نامے میرے نام

خطوط' تجاویز اور تحریریں اس پتہ پر ارسال کریں۔
ماہنامہ المرشد۔ دار العرفان'
ریلوے کالونی عقب ویگن سٹینڈ' فیصل آباد

1۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے متعلق مضمون ارسال خدمت ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب اپنی زندگی میں انگریز سامراجیت کے خلاف ہر مقام اور مرحلہ پر لڑے۔ انگریزی سسٹم سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ یہ مضمون انشاءاللہ ساتھیوں میں ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا کر دے گا۔ مہربانی فرما کر المرشد میں شائع کر دیں۔

کیپٹن عامر چوہدری

2۔ المرشد میں لکھے گئے مضامین بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ حالات حاضرہ اور باطنی اصلاح کا یہ منفرد مجلّہ ہے مگر انتہائی افسوس کہ مجھے المرشد اکثر اوقات بروقت نہیں ملتا۔ بعض اوقات تو پورا ماہ انتظار میں گزر جاتا ہے۔ مہربانی فرما کر سرکولیشن کو مزید فعال بنایا جائے۔

کیپٹن (ر) محمد زمان

3۔ حضرت جی سے اپنی بینک ڈیوٹی کا مسئلہ بیان کیا ہے کہ بندہ زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان میں ملازم ہے۔ ڈیوٹی ٹائم ایسے ہیں کہ نماز کی فرصت نہیں ملتی اور نہ ہی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ دعا فرمائیں کہ سسٹم میں اصلاح ہو جائے۔

مولوی گل محمد ---- رحیم یار خاں

4۔ ماہنامہ المرشد اگست 2000ء میں الحمداللہ کی غلطی ہے۔ براہ کرم اس کی اصلاح کریں۔ بلکہ آپ عربی عبارت کو نہ ہی لکھا کریں کیونکہ کمپیوٹر کمپوزنگ میں غلطی ہو جاتی ہے۔ توجہ دیں۔

سرفراز خاں ---- پشاور

5۔ مجھے سلسلہ عالیہ کے مشائخ سے بہت ہی محبت ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ بانی سلسلہ حضرت اللہ یار خانؒ اور امیر محمد اکرم اعوان کی بڑے سائز کی تصاویر شائع کر دیں۔ مشکور ہونگا۔

عزیز الرحمٰن ----- لاہور

6۔ گذشتہ ایک سال سے المرشد کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ المرشد میں تصوف و سلوک کے متعلق مضامین بہت ہی معلوماتی ہوتے ہیں۔ ذکر اذکار کے متعلق تمام الجھنیں حل ہوتی ہیں۔ میری تجویز ہے کہ آپ المرشد کو کتابی شکل میں شائع کر دیا کریں۔ نیز حضرت جی کے مضامین چند میجر عنوانات کے تحت کتابی شکل میں شائع کر دیں۔

حافظ محمد طیب۔ کمالیہ۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

ضروری اطلاع

آئندہ مرشد آباد کے سارے اجتماعات دار العرفان میں ہوں گے۔

لنگر مخدوم اور مرشد آباد صرف احباب کو اجازت ہے' جو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے زندگی میں ملے تھے۔ یا ان کے ہمرکاب لنگر مخدوم جانے کی سعادت سے سرفراز ہوئے تھے۔ نیز اس حکم میں کسی تبدیلی کی کوئی امید نہ رکھی جائے۔ احباب نوٹ فرمالیں۔

امیر محمد اکرم اعوان

www.naqshbandiaowaisiah.com

''گاڈ فادر'' اور پاکستان

تحریر۔ اکرام سہگل

لانگ آئی لینڈ اور نیویارک' رائیونڈ اور لاہور سے طویل مسافت پر ہیں لیکن سابق وزیراعظم میاں نواز شریف کے والد ''ابا جی'' کے نام سے معروف میاں محمد شریف کا تازہ ترین انٹرویو ظاہر کرتا ہے کہ ''گاڈ فادر'' ابھی باقی اور بخیر و عافیت ہیں۔ یہ کسی بھی ملک اور کسی بھی زمانے میں ایک سے ہی رہتے ہیں۔ ماریو پیزو کی تصوراتی معزز مافیا فیملی کا بنیادی خاندانی کاروبار زیتون کے تیل کا تھا شریف خاندان کا محور اسٹیل ہے۔ ''گاڈ فادر'' غیر معمولی طور پر جانا پہچانا ہے۔ مشابہتیں پراسرار ہیں۔ ویٹو کورلین اور بزرگ ترین شریف دونوں ہی نمایاں شخصیات نے ہجرت کی۔ نئے ملک میں خونی رشتوں اور قریبی ساتھیوں پر مشتمل طاقتور گھرانوں کو کنٹرول کرنے کے لئے اپنی منکسر المزاجی سے دستبردار ہوئے کسی نے ابا جی کو اپنی جوانی میں بزرگ کورلین کی طرح پستول لہرا کر لوگوں کو دھمکاتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن لاہور سے تعلق رکھنے والا ایک بدنام کشمیری گروہ جس کے بارے میں باور کیا جاتا ہے کہ وہ شریف خاندان کی قوت ہے' املاک و جائیدادوں پر قبضہ جمانے کی مہارت رکھتا ہے' اس قبضہ گروپ کا خصوصی ہدف بے یار و مددگار بیوائیں ہیں۔ ممکن ہے یہ معنی خیز اتفاق نہ ہو کہ وہ اس وقت نیویارک میں مقیم ہے جو اصل گاڈ فادر کے وطن کی بہ نسبت سازش کرنے اور آگ بھڑکانے کے لئے کہیں بہتر فاصلے پر ہے ویٹو کورلین کا ایک خواب تھا کہ وہ اپنے کاروبار کو جائز بنا لے اور اپنے بیٹوں کو قومی سیاست کے دھارے میں لے آئے۔

اس نے بھرپور توجہ کے ساتھ ان کی زندگیوں اور کیریئر کی آبیاری کی۔ ججوں' پولیس کے سربراہوں اور میئر وغیرہ کو اپنا مطیع بنا کر عملاً سول انتظامیہ پر اختیار حاصل کر لیا بڑا بیٹا سونی اس کا وارث تھا جبکہ چھوٹے بیٹے مائیکل کو سیاست کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ فوجی حکومت کے باوجود ''ابا جی'' نے پولیس اور بیوروکریسی میں اپنے تعلقات کو حسب حال بروئے کار لانا جاری رکھا ہے۔ یہ ہے' سرپرستی اور دولت کی قوت اور اثر انگیزی جو ان کی پاور بیس میں انہیں تقویت دے رہی ہے اور قائم رکھے ہوئے ہے۔ کورلین کا منصوبہ دوسرے گینگسٹروں کے متصادم مقاصد کے باعث دشواریوں کا شکار ہو گیا تھا لیکن ''ابا جی'' اس سے کہیں زیادہ خوش قسمت ہیں ان کا ایک بیٹا دو مرتبہ پاکستان کا وزیراعظم اور دوسرا بیٹا پنجاب کا وزیراعلیٰ بنا۔ ''ابا جی' سیاست' وردی' بیوروکریسی اور تجارت وغیرہ کے نمایاں افراد کی فہرست رکھتے ہیں جنہوں نے پہلے ماڈل ٹاؤن اور بعد ازاں (رہائش تبدیل کرنے پر) رائیونڈ میں ملاقاتیں کیں تاکہ وہ انہیں خراج عقیدت پیش کریں اور ان سے ذاتی طور پر وفاداری کا عہد لے سکیں۔ گاڈ فادر کی دنیا میں عزت اور اثر و رسوخ دولت سے خریدا جاتا ہے۔ توہین فراموش نہیں کی جاتی ہے نہ ہی معاف کی جاتی ہے لوگوں کی درجہ بندی خاندان سے وفاداری کی بنیاد پر اچھے یا برے زمروں میں کی جاتی ہے۔ دس اکتوبر 1998 کو دی نیشن میں طبع ہونے والے اپنے مضمون ''رائیونڈ دی ہیوی پرابلم'' میں' میں نے لکھا تھا'' کیونکہ سب جانتے ہیں کہ تمام فیصلے شریف خاندان کے بزرگ سربراہ کرتے ہیں (تو اس صورت میں) یہی درست ہے کہ تمام پاکستانی اجتماعی طور پر شریف گھرانے کے مرکز رائیونڈ کی طرف رخ کر لیں' ہم ایک مسئلہ رکھتے ہیں بالکل اسی انداز میں جیسے کہ ریئل لائف مووی اپالو۔ 13 اسپیس شپ کمانڈر نے انتہائی مختصر لفظوں میں اپنے ٹیکساس مرکز کو مطلع کیا تھا'' ہوسٹن دی ہیوی پرابلم'' فیصلہ سازی کا عمل نہ تو باقاعدہ ہے اور نہ ہی جمہوری۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ شریف برادران اپنے والد کو بے پناہ احترام دیتے تھے اور تمام اہم امور میں ان کی رہنمائی حاصل کرتے تھے لیکن انہیں اس کا حق نہیں تھا کہ وہ عوام کے دیئے گئے جمہوری مینڈیٹ سے فرد واحد کے مسترد کرنے پر دستبردار ہو جائیں۔ شریف خاندان کے سربراہ اور ان کے عمر رسیدہ اثر سرکل میں شامل لوگ حد درجہ قدامت پسند ہیں۔ وزیراعظم کے بجائے جو شخص عملاً احکامات صادر کر رہا ہے وہ پاکستان کے حق میں نہیں۔ اس کا اولین علامتی اور عوامی اظہار اس وقت ہوا کہ جب کابینہ سے مشاورت کے بغیر فیصلے کئے گئے۔ حد تو یہ ہے کہ اپنے سینئر پارٹی کے ساتھیوں کے مشورے کے یا اس معاملے میں چھوٹے صوبوں کے جذبات کا خیال کئے بغیر صدر تارڑ کو اٹل فیصلے کے بطور پیش کیا گیا زیادہ محتاط لفظوں میں جمہوری آوازوں کو گھونٹ دیا گیا''

''ابا جی'' کی یادیں ایک افسوسناک فرد جرم ہیں کہ پاکستان میں سیاست کیا بن گئی ہے۔ بیشتر چند اشرافیہ گھرانوں کا استحقاق' زمیندار طبقے نے بے دلی سے نئے شہری امراء کو کچھ گنجائش دی ہے۔ وہ لوگ جو میاں نواز شریف پر یقین رکھتے تھے اور میں بھی ان میں سے ایک ہوں' ان امیدوں کے ختم ہونے پر انتہائی

www.naqshbandiaowaisiah.com

منتشر تھے جن کے سہارے ہم نے برسوں گزارے ہماری مایوسی میں اس بات نے بھی اضافہ کیا کہ ہماری پرنسز بھی حکمرانی کے ایسنڈنٹ میں ناکام رہیں محترمہ بینظیر ذہانت کے اعتبار سے بہتر حکمرانی کی اہل تھیں لیکن ایک پاکستانی عورت ہونے کے ناطے وہ خود کو مشرقی ثقافت کی جکڑ بندیوں سے آزاد نہ کر پائیں جو اچھی حکمرانی کے لئے ضروری تھا' اس ثقافت نے انہیں اپنا اسیر رکھا اور ان کی ایک حقیقی شاندار قومی رہنما بننے کی بے پناہ استعداد کو تباہ کر دیا۔

یہ خواب دیکھنا جرم نہیں کہ آپ کے بیٹے ملک کے رہنما بن جائیں یہ ایک ایسا خواب ہے جو میں امید کرتا ہوں کہ پاکستان میں بہت سے باپ دیکھتے رہیں گے۔ مسئلہ اس خواب کو یقینی بنانے کے طریقے کار اور تعبیر ملنے کی صورت میں ان ذرائع کے استعمال کا ہے جو ملک کی بطور رہنما خدمت کرنے کا فرض رکھنے والا ملک کے لئے اہم مفادات پر اپنے خود غرضانہ مفادات کے حصول کے لئے بروئے کار لاتا ہے۔

19 دسمبر 1997 کے دی نیشن میں' میں نے اپنے مضمون ''دی سٹیٹ آف لاہور'' میں لکھا تھا ''صدارت کے لئے سٹی اسٹیٹ لاہور کا نامزد انتخاب قصر صدارت کو دی جانے والی اہمیت (یا زیادہ درست یہ کہ اس کے فقدان) کی عکاسی کرتا ہے۔ قومی مفاد کو ذاتی تناظر کے سلسلے کا تابع بنا دیا گیا۔ چودھویں ترمیم سے پارلیمنٹ کو عملاً صفر بنا کر' اعلیٰ عدالت کے امیج کو داغدار اور اسے الگ تھلگ کرنے کے ساتھ تیرھویں ترمیم کے ذریعے قصر صدارت کو کمزور کرنے کے بعد اب قصر صدارت مزید ڈاؤن سائز کرنے کے مرحلے میں' ایک وقت آتا ہے کہ جب ہر باپ کو دستبردار ہونا پڑتا ہے کہ اس طرح ریموٹ کنٹرول سے ساز باز نہیں کر سکتے ہیں جس طرح ''اباجی'' اب بھی کر رہے ہیں۔

جان کینیڈی کے والد بھی سیلف میڈ تھے اور انہوں نے انکی (اور بھائی برٹ کی) سیاسی میدان میں پیش رفت کے لئے بڑی باریک بینی سے منصوبہ بندی کی تھی۔ تاہم جب وہ برسر اقتدار آئے تو وہ خود اپنے آقا تھے۔ کبھی کوئی ایسا اشارہ نہیں ملا کہ کینیڈی خاندان کے سربراہ یا گھرانے کا کوئی رکن ریاستی فیصلوں میں اثر انداز ہوا یا اس دوران کسی نے مالی فوائد حاصل کئے۔ 1961 میں امریکی صدر کی حیثیت سے اپنے افتتاحی خطاب میں جان ایف کینیڈی نے کہا ''میرے امریکی ہم وطنو! یہ مت پوچھو کہ تمہارا ملک تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے۔ یہ پوچھو کہ تم اپنے وطن کے لئے کیا کر سکتے ہو؟'' اور جو انہوں نے کہا وہی ان کا مقصد تھا۔ شریف فیملی کے معاملے میں اس بات کا معمولی سے شائبہ بھی نہیں ہے کہ اس گھرانے نے اس لئے فروغ پایا کہ اس نے سیاسی اختیارات کو اپنے تجارتی مفادات کے لئے استعمال کیا۔ سی بی آر سے ایسے ایس آر او جاری کئے گئے جو شریف فیملی کے تجارتی مفادات کے لئے موزوں تھے۔ حکومت کے زیر انتظام مالیاتی اداروں سے مناسب ضمانت کے بغیر بڑے بڑے منصوبوں کے لئے قرضے حاصل کئے گئے۔ ذاتی حصول اور مفاد کے لئے سرکاری مشینری کا استعمال صرف ناقابل قبول ہی نہیں بلکہ قابل مواخذہ بھی ہے۔ عیار اور بھاری بھرکم معاوضوں والے وکلاء ممکن ہے انہیں تکنیکی بنیادوں پر چھڑالیں لیکن اخلاقی اعتبار سے شریف فیملی مکافات عمل سے نہیں بچ پائے گی۔ ایک غریب ملک کی قیادت پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملک کو کنگال کرنے والوں (اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم ایسے بہت سے لوگ رکھتے ہیں) کی گرفت کرے۔ اس شخصی حرص کی انتہا کیا ہے جو ایک شخص کو اپنا اسیر بنا کر اپنے ضمیر سے سمجھوتہ کرنے پر اور اس مملکت کے افلاس کی قیمت پر جیبیں بھرنے پر مائل کر دیتی ہے۔

19 دسمبر 1997ء کے متذکرہ بالا مضمون میں' میں نے لکھا تھا ''میڈیا میں موجود ہم میں سے وہ لوگ جو (بشمول میرے) 1993ء میں ان کی وزیراعظم کی حیثیت سے پہلی برطرفی کے بعد ان کے حق میں کام کر رہے ہیں خود ساختہ تنازعوں سے پی ایم ایل کی نجات میں مدد کی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ کہ ''ہم میڈیا کے مختلف ذرائع سے یہ تشہیر کرتے رہے ہیں کہ وزیراعظم اپنے ذاتی نقصان پر بھی قومی مفاد کو مقدم رکھتے ہیں جبکہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ وہ جمہوریت کی اس محدود تعریف کے تناظر میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ لاہوریوں کی۔ لاہوریوں کے ذریعے اور لاہوریوں کے لئے''

جمہوریت میں ایک شخص کی حکمرانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ حالات وعوامل جو 12 اکتوبر کی فوجی حکمرانی کی طرف لے گئے لاعلاج تھے اور اگر شخصی حکمرانی ہی ضروری تھی تو پھر بذات خود جمہوری عمل کا سامنا نہ کرنے والے اور ضروری اہلیتوں سے عاری اپنے نمائندوں کے ذریعے حکومتی امور چلانے والے بوڑھے شریف کی بہ نسبت فوج جیسے منظم ادارے کی حکمرانی کیوں نہ ہو' تمام ریاستی اختیارات ایک ''گاڈ فادر'' کے ہاتھوں میں سونپ کر کون ہے جو بیسویں صدی کے اختتام سے قبل (اور جس کی سوچ پندرھویں صدی سے نزدیک تر تھی) ایک نئے سفر کی ابتداء کر رہا تھا اور ملک جیسے جیسے نیا ہزاریہ قریب آ رہا تھا' تیزی سے اندھیرے عہد کی طرف جا رہا تھا اگر ''گاڈ فادر'' کی حکمرانی اس ملک کے بہترین مفادات میں ہوتی تو میں اسے نظر انداز کر سکتا تھا لیکن یہ تو محدود اور ایک نکاتی خود غرضانہ ایجنڈے یعنی ہر چیز کے شریفائزیشن پر مبنی تھی۔ یہ صورت قابل قبول نہیں ہے اکیسویں صدی کی جمہوریت کے مطابق ''گاڈ فادر'' اور پاکستان ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ہیں۔ فوج کو یہ مشورہ دیا جانا چاہئے کہ وہ ''گاڈ فادر'' کو ایسی پیش کش کرے جو وہ مسترد نہ کر سکے۔